حضور ﷺ نے فرمایا: "البرکۃ مع أکابرکم" برکت تمہارے اکابر کے ساتھ ہیں۔ (رواہ ابن حبان باسناد صحیح)

تحقیقی، علمی و اصلاحی

رسالہ

دِفاعِ اَسلاف

ہند

اشاعت نمبر ۳

فہرست مضامین



زیرِ سر پرستی

مصلح ملت

حضرت مولانا عبید الرحمٰن اطہر صاحب

دامت برکاتھم

سلسلۃ دفاع فضائل اعمال ۳

جمہور محدثین نے نزدیک حضور ﷺ کے فضلاتِ مبارک پاک ہیں۔

(غلام مصطفی ظہیر امن پوری اور دیگر غیر مقلدین کو جواب)

-مولانا عبدالرحیم قاسمی

شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ نے فضائلِ اعمال میں تحریر فرمایا ہے کہ:

نبی ﷺ کے فضلات، پاخانہ، پیشاب وغیرہ سب پاک ہیں۔ **(فضائل اعمال: جلد ا: صفحہ ۱۷۰)**[1]

اعتراض:

اس پر ایک غیر مقلد عالم، غلام مصطفی ظہیر امن پوری صاحب نے اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ بے دلیل اور غلو آمیز دعویٰ ہے۔

(السنۃ: شمارہ نمبر ۳۰: صفحہ ۳۱)

اسی طرح ایک کتاب میں نبی ﷺ کے فضلات کو پاک کہنے پر، غیر مقلدین نے اس کو، شرکیہ، جھوٹے واقعات اور بدعت والے مضامین میں شمار کیا ہے۔ **(فتویٰ اور حقائق: صفحہ ۳۰ – ۳۱)**

---

[1] یہی قول اکثر علماء دیوبند کا ہے، چنانچہ، مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے فضلاتِ طیبہ کے طہارت کے قائل بہت سے علماء شافعیہ اور حنفیہ ہیں۔ **(کفایت المفتی: ۱ : ۱۱۴)** مفتی محمد فرید صاحب کہتے ہیں کہ فقہاء کرام نے پیغمبر علیہ السلام کے فضلات کو پاک مانا ہے۔ **(فتاویٰ فریدیہ: ۱/ ۴۶۴)** حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحبؒ کہتے ہیں کہ ان روایات سے معلوم ہوا کہ راجح قول، بول وبراز وغیرہ فضلاتِ آنحضرت ﷺ کے بارے میں طہارت کا ہے۔ **(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: جلد ا: صفحہ ۱۱۸)**، مشہور محدث، حضرت علامہ ظفر احمد عثمانیؒ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے فضلات تو طاہر ہیں، جمہور اس طرف گئے ہیں۔ **(امداد الاحکام: جلد ا: صفحہ ۳۵۱)**، مفتی محمود حسن گنگوہیؒ نے بھی فضلات کو طاہر ثابت کیا ہے۔ **(فتاویٰ محمودیہ: جلد ۴: صفحہ ۴۹۹)**، حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ علماء نے حضور اقدس ﷺ کے ان رطوبات کو طاہر کہا ہے، علامہ شامیؒ نے اس کی تحقیق کی ہے، پس (فضلات کے طاہر ہونے میں) کچھ بھی اشکال نہیں۔ **(امداد الفتاویٰ: ۱/ ۱۳۵)**، مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ اکثر حنفی علماء اسکے قائل ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے تمام فضلات پاک تھے، ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ ایک بڑی جماعت کے نزدیک راجح یہی ہے کہ آپ ﷺ کے فضلات طاہر تھے۔ **(فتاویٰ عثمانی: جلد ا: صفحہ ۳۱۰- ۱۴۰)** مولانا خیر محمد صاحب جالندھریؒ وغیرہ کہتے ہیں کہ (جمہور) اہل سنت والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے فضلات بول وبراز پاک وطاہر ہیں۔ **(خیر الفتاویٰ: جلد ا: صفحہ ۳۲۹)**، نیز دیکھئے: **(فتاویٰ حقانیہ: جلد ۲: صفحہ ۵۸۸، نجم الفتاویٰ: جلد ا: صفحہ ۲۴۳)**

الجواب:

اسطرح کے اعتراضات کر کے غیر مقلدین، علماء دیوبند سے بغض و تعصب کا ثبوت دیتے ہیں، کیونکہ صرف علماء دیوبند کے نزدیک ہی نہیں، بلکہ جمہور محدثین کے نزدیک بھی، حضور ﷺ کا بول وبراز یعنی آپ ﷺ کے فضلاتِ مبارک پاک ہیں۔

اس مسئلہ پر دلائل یہ ہیں:

حدیث نمبر ۱:

امام طبرانیؒ (م ۳۶۰ھ) نے فرمایا:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ، ثنا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، ثنا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ حُكَيْمَةَ بِنْتِ أُمَيْمَةَ، عَنْ أُمِّهَا، أُمَيْمَةَ ، قَالَتْ: كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدَحٌ مِنْ عِيدَانٍ يَبُولُ فِيهِ، وَيَضَعُهُ تَحْتَ سَرِيرِهِ فَقَامَ فَطَلَبَ فَلَمْ يَجِدْهُ فَسَأَلَ فَقَالَ: «أَيْنَ الْقَدَحُ؟» ، قَالُوا: شَرِبَتْهُ بَرَّةُ خَادِمُ أُمِّ سَلَمَةَ الَّتِي قَدِمَتْ مَعَهَا مِنْ أَرْضِ الْحَبَشَةِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَقَدِ احْتَظَرَتْ مِنَ النَّارِ بِحِظَارٍ»

حکیمہ بنت امیمہؒ اپنی والدہ امیمہؓ سے روایت کرتی ہیں کہ نبی ﷺ کا (ایک) لکڑی کا پیالہ تھا، جس میں آپ ﷺ قضاءِ حاجت فرماتے اور اس کو چارپائی کے نیچے رکھتے، (ایک بار) آپ ﷺ نے اس کو ڈھونڈا لیکن وہ نہیں ملا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: پیالہ کہاں ہے؟

گھر والوں نے کہا کہ: ام سلمہؓ کی خادمہ، جو حبشہ سے ان کے ساتھ آئی ہیں، برّہؓ نے اس کو پی لیا، تو حضرت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ تو آگ سے محفوظ ہو گئی۔ **(المعجم الکبیر للطبرانی: جلد ۲۴: صفحہ ۲۰۵، ۲۰۶، واسنادہ صحیح)**

اسکین:

المعجم الكبير

للحافظ أبي القاسم سليمان بن أحمد الطبراني

٢٦٠هـ — ٣٦٠هـ

حققه وخرج أحاديثه

حمدي عبدالمجيد السلفي

الجزء الرابع والعشرون

الناشر

مكتبة ابن تيمية

القاهرة ، ٨٦٤٢٤٠

بن حماد المروزي ثنا عبدالوهاب الثقفي عن عبيدالله بن عمر عن يزيد بن رومان عن عروة بن الزبير عن بريرة قالت : كانت في ثلاثة من السنة تصدق علي بلحم فاهديته لعائشة فابقته حتى دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال : « ما هذا اللحم ؟ » قالت : لحم تصدق به على بريرة فاهدته لنا ، فقال « هو على بريرة صدقة ولنا هدية » قالت : وكاتبت على تسعة أوراق ، فقالت عائشة : ان شاؤوا عددت لهم عدة واحدة ، قلت : انهم يقولون الا أن يشترط لهم الولاء ، فقال النبي صلى الله عليه وسلم : « اشترطي واشترطي فان الولاء لمن أعتق » قالت : واعتقت فكان لي الخيار .

٠٠٠٠٠ (٥٢٦) حدثنا علي بن عبدالعزيز ثنا سليمان بن أحمد الواسطي ثنا عبدالخالق بن زيد بن واقد حدثني أبي أن عبدالملك بن مروان حدثهم قال : كنت أجالس بريرة بالمدينة قبل أن ألي هذا الامر ، فكانت تقول يا عبدالملك اني لارى فيك خصالا لخليق أن تلي هذه الامة ، فان وليته فاحذر الدماء فاني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : « ان الرجل ليدفع عن باب الجنة أن ينظر اليها على محجمة من دم يريقه من مسلم بغير حق » .

٠٠٠٠ ـ برة خادم أم سلمة أم المؤمنين

٠٠٠٠٠ (٥٢٧) حدثنا عبدالله بن أحمد بن حنبل ثنا يحيى بن معين ثنا حجاج بن محمد عن ابن جريج عن حكيمة بنت أميمة عن أمها أميمة

٥٢٦ ـ قال في المجمع (٢٩٨/٧) وفيه عبدالخالق بن زيد بن واقد وهو ضعيف
٥٢٧ ـ تقدم (٤٧٧) قال في المجمع (٢٧١/٨) ورجاله رجال الصحيح غير عبدالله بن أحمد بن حنبل وحكيمة وكلاهما ثقة .

ـ ٢٠٥ ـ

قالت كان للنبي صلى الله عليه وسلم قدح من عيدان يبول فيه ويضعه تحت سريره ، فقام فطلب فلم يجده فسأل فقال : « أين القدح ؟ » قالوا شربته برة خادم أم سلمة التي قدمت معها من ارض الحبشة ، فقال النبي صلى الله عليه وسلم « لقد احتظرت من النار بحظار » .

٠٠٠٠ ـ بهيسة

٠٠٠٠٠ (٥٢٨) حدثنا ادريس بن جعفر العطار ثنا يزيد بن هارون ثنا كهمس بن الحسن عن سيار بن منظور عن أبيه عن امرأة منهم يقال لها بهيسة قالت : استأذن أبي النبي صلى الله عليه وسلم أن يدخل بينه وبين قميصه ، فأذن له فدخل بينه وبين قميصه من خلفه ، فجعل يلتزمه ويمسح صدره بظهر النبي صلى الله عليه وسلم ، فقال يا رسول الله ما الذي لا يحل منعه ؟ قال : « الماء » قال : أي رسول الله ما الذي لا يحل منعه ؟ قال : « الملح » قال : يا رسول الله ما الذي لا يحل منعه ؟ قال : « ان تفعل الخير خير لك » وانتهى قوله الى الماء والملح ، قالت : فكان ذلك الرجل لا يمنع شيئا من الماء وان قل .

باب التاء

٠٠٠ ـ تملك

٠٠٠٠٠ (٥٢٩) حدثنا محمد بن عبدالله الحضرمي ثنا يوسف بن

٥٢٨ ـ ورواه الدولابي في الكنى (١٩/١) . ورواه هو وأبو داود والنسائي من حديث أبي بهيسة .
٥٢٩ ـ قال في المجمع (٢٤٨/٣) وفيه المثنى بن الصباح وقد وثقه ابن معين في رواية وضعفه جماعة .

ـ ٢٠٦ ـ

اس روایت کی سند کے راویوں کا تعارف یہ ہے:

۱- امام طبرانیؒ (م ۳۶۰ھ) مشہور محدث اور ثقہ ہیں۔ **(تاریخ الاسلام للذہبیؒ)**

۲- امام عبد اللہ بن احمد بن حنبلؒ (م ۲۹۰ھ) بھی ثقہ راوی ہیں۔ **(تقریب: رقم ۳۲۰۵)**

۳- امام یحیٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) صحیحین کے راوی ہیں، اور ثقہ، حافظ اور مشہور ہیں۔ **(تقریب: رقم ۷۶۵۱)**

۴- حجاج بن محمدؒ (م ۲۰۶ھ) صحیحین کے راوی اور **ثقہ، مضبوط ہیں۔ (تقریب: رقم ۱۱۳۵)**

۵- ابن جریجؒ (م ۱۵۰ھ) بھی صحیحین کے راوی ہیں اور **ثقہ، حافظ** ہیں۔ **(تقریب: رقم ۴۱۹۳)**

۶- حکیمہ بنت امیمہؒ بھی **ثقہ** ہیں۔ امام ابن حبانؒ اور امام ہیثمیؒ نے آپ کو ثقہ قرار دیا ہے۔

نیز امام ابن حبانؒ، امام ذہبیؒ، امام حاکمؒ وغیرہ نے آپ کی روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ **(کتاب الثقات لابن حبان: ۴ / ۱۹۴، مجمع الزوائد: جلد ۸: صفحہ ۲۷۱، صحیح ابن حبان: حدیث نمبر ۱۴۲۶، المستدرک للحاکم مع التلخیص للذہبی: جلد ۱: صفحہ ۱۶۷)** اور امام نوویؒ نے ان کی روایت کو حسن کہا ہے۔ **(الایجاز للنوویؒ: جلد ۱: صفحہ ۱۵۵)**

۷- حضرت امیمہؓ صحابیہ ہیں۔ **(الاصابہ لابن حجرؒ)**

لہذا یہ روایت صحیح ہے۔

یہی وجہ ہے کہ:

i- امام ہیثمیؒ (م ۸۰۷ھ) فرماتے ہیں کہ اس روایت کے رجال، صحیحین کے رجال ہیں، سوائے عبد اللہ بن احمدؒ اور حکیمہؒ کے، اور وہ دونوں ثقہ ہیں۔ **(مجمع الزوائد: جلد ۸: صفحہ ۲۷۰)**

ii- امام سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ **(الخصائص الکبری: جلد ۲: صفحہ ۳۲۱)**

iii- امام محمد بن یوسف صالحی دمشقیؒ (م ۹۴۳ھ) نے اپنے شیخ امام سیوطیؒ کی تصحیح کو نقل کر کے اس پر سکوت کیا ہے، کوئی رد نہیں کیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؒ بھی اس روایت کی سند کو حسن مانتے ہیں۔ **(سبل الہدیٰ والرشاد: جلد ۱۰: صفحہ ۴۵۶)**

iv- حافظ ابن الصلاحؒ (م ۶۴۳ھ) نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔ **(شرح مشکل الوسیط: ج ۱: ص ۵۰)**

نوٹ:

اگرچہ طبرانی کی روایت میں ابن جریجؒ کا **'عنعنہ'** ہے، لیکن انہوں نے **'الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم'** میں سماع کی تصریح کر دی ہے، چنانچہ، امام ابو بکر بن ابی عاصمؒ (م ۲۸۷ھ) فرماتے ہیں کہ:

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ الْعَطَّارُ, ثنا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ , عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قالَ أَخْبَرَتْنِي حُكَيْمَةُ بِنْتُ أُمَيْمَةَ , عَنْ أُمِّهَا , أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَهُ قَدَحٌ مِنْ عِيدَانٍ يَبُولُ فِيهِ ثُمَّ يُوضَعُ تَحْتَ سَرِيرِهِ فَجَاءَتِ امْرَأَةٌ يُقَالُ لَهَا: بَرَكَةُ جَاءَتْ مَعَ أُمِّ حَبِيبَةَ مِنَ الْحَبَشَةِ فَشَرِبَتْهُ فَطَلَبَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا: شَرِبَتْهُ بَرَكَةُ فَسَأَلَهَا فَقَالَتْ شَرِبْتُهُ فَقَالَ: لَقَدِ احْتَضَرْتِي مِنَ النَّارِ بِحِضَارٍ أَوْ قَالَ: جُنَّةٍ أَوْ هَذَا مَعْنَاه۔ **(الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم: جلد ۶: صفحہ ۱۲۱، واسنادہ صحیح)**

لہٰذا ان پر مدلس ہونے کا الزام اس روایت میں **باطل و مردود** ہے اور یہ روایت صحیح ہے۔[2]

---

[2] **ایک شبہ اور اس کا جواب:**

جب یہ روایت معتبر ثابت ہو گئی، تو غیر مقلد غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری صاحب انتہائی تعصب کا ثبوت دیتے ہوئے اس روایت کی تاویل یوں کرتے ہیں کہ غالباً یہ کام اس لونڈی سے سرزد ہو گیا تھا اور غلطی سے ایک ناپسندیدہ کام کرنے پر، جو کراہیت اور تکلیف بعد میں اسے محسوس ہوئی، اس کے عوض میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے جہنم سے آزادی مل گئی، کیونکہ مومن کی کوئی مشقت و تکلیف نیکی سے خالی نہیں ہوتی۔ **(السنۃ: شمارہ نمبر ۳۰: صفحہ ۳۱)**

حدیث نمبر ۲:

امام ابویعلیٰ الموصلیؒ (۳۰۷ھ) فرماتے ہیں کہ:

حدثنا مُحَمَّدُ ابن أَبِي بَكْرٍ، ثنا سِلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أُم أيمن رَضِيَ الله عَنْها: قَالَتْ: كَانَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَّارَةٌ يَبُولُ فِيهَا. فَكَانَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَاأَصْبَحَ يَقُولُ: يَا أُمَّ أَيْمَنَ صُبِّي مَا فِي الْفَخَّارَةِ فَقُمْتُ لَيْلَةً وَأَنَا عَطْشىٰ فَشَرِبْتُ مَا فِيهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أُمَّ أَيْمَنَ صُبِّي مَا فِي الْفَخَّارَةِ. فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ. قُمْتُ وَأَنَا عَطْشَى فَشَرِبْتُ مَا فِيهَا. قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّكِ لَنْ تَشْتَكِي بَطْنَكِ بَعْدَ يَوْمِكِ هَذَا أَبَدًا.

ام ایمنؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ایک جگ (لوٹا) تھا، جس میں آپ ﷺ (رات کے وقت) حاجت سے فارغ ہوتے، پھر صبح آپ ﷺ ارشاد فرماتے: اے ام ایمن لوٹے میں جو ہے اسے بہادو، ایک رات میں اٹھی اور میں پیاسی تھی، پس میں نے اس میں جو تھا وہ پی لیا، (معمول کے مطابق، صبح آپ نے ارشاد فرمایا:) اے ام ایمن! لوٹے میں جو ہے اسے بہادو، میں نے کہا: اے اللہ کے رسول

الجواب:

خود غلام مصطفی ظہیر صاحب کہتے ہیں کہ: میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ اگر کوئی مجھے قرآن مقدس کی ۱۰۰۰ آیات بینات پیش کرے اور وہ (۱۰۰۰ آیات) اپنے مطلب میں بالکل واضح ہوں یعنی وہ مسئلہ ان سے بالکل واضح طور پر ثابت ہورہا ہو، مگر سلف صالحین نے ان سے وہ مسئلہ ثابت نہ کیا ہو یا اس مسئلے کے خلاف ثابت کیا ہو، تو میں یہ کہوں گا کہ قرآن تو حق ہے، لیکن میرا فہم صحیح نہیں ہے، فہم محدثین یا ائمہ دین کا صحیح ہے ۔ مزید غلام مصطفی صاحب کہتے ہیں کہ یہ بنیادی خصوصیت اور امتیازی حیثیت ہے اہل حدیث مسلک کی، کہ **یہ اپنی طرف سے قرآن وحدیث کے مفاہیم بیان نہیں کرتے** ۔ **(الاجماع: شمارہ نمبر ۳: ص ۱۸۰)**

لہذا غلام مصطفیٰ ظہیر صاحب سے گزارش ہے کہ وہ امیمہؓ کی روایت پر اپنی باطل تاویل کی بجائے فہم محدثین پیش کریں، ورنہ ثابت ہو جائے گا کہ ہاتھی کی طرح اہل حدیثوں کے بھی کھانے کے دانت اور ہیں اور دکھانے کے اور ہیں۔

اسکے برخلاف امام نوویؒ (م ۶۷۶ھ) امام ہیثمیؒ (م ۸۰۷ھ)، امام ابن حجرؒ (م ۸۵۲ھ)، امام سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) اور امام یوسف بن صالح الدمشقیؒ (م ۹۴۲ھ) وغیرہ نے ان جیسی احادیث سے حضور ﷺ کے فضلات کے پاک ہونے پر استدلال کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ یہ آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ لہذا ظہیر صاحب کا شبہ باطل ومردود ہے۔

رات میں اٹھی تو میں پیاسی تھی، بس اس میں جو تھا وہ میں نے پی لیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آج کے بعد تمہیں پیٹ (کے کسی مرض) کی کبھی شکایت نہ ہوگی۔ **(المطالب العالیہ لابن حجر: جلد ۵: صفحہ ۵۸۱، حدیث ۳۸۲۳)**

اس روایت کے راویوں کی توثیق درجِ ذیل ہے:

۱- امام ابو یعلیٰ الموصلیؒ (م ۳۰۷ھ) **ثقہ**، محدث ہیں۔ **(تاریخ الاسلام للذہبیؒ: جلد ۷: صفحہ ۱۱۲)**

۲- محمد بن ابی بکرؒ (م ۲۳۸ھ) صحیحین کے راوی ہیں اور **ثقہ** ہیں۔

۳- سِلْم بن قتیبہؒ (م ۲۰۰ھ) بھی صحیحین کے راوی ہیں، اور **صدوق** ہیں۔ **(تقریب: رقم: ۲۴۷۱)**[3]

۴- حسن بن حربؒ (م ۱۵۰ھ) کی بھی تعریف کی گئی ہے۔ **(الاعلام للزرکلی: جلد ۲: صفحہ ۱۸۷، عنوان الاریب: صفحہ ۶۹- ۷۰)**[4]

۵- یعلیٰ بن عطاء (م ۱۲۰ھ) صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے راوی ہیں اور **ثقہ** ہیں۔ **(تقریب: رقم ۷۸۴۵)**

۶- ولید بن عبد الرحمنؒ بھی صحیح مسلم کے راوی ہیں اور **ثقہ ہیں۔ (تقریب: رقم ۷۴۳۶)**

۷- ام ایمنؓ، حضور ﷺ کی مشہور صحابیہ ہیں۔ **(تقریب: رقم ۸۷۰۳)**

اگر حسن بن حرب سے مراد حسن بن حرب الکندیؒ (م ۱۵۰ھ) ہیں، تو اس روایت حدیث کے تمام راوی صدوق اور ثقہ ہیں۔ نیز پہلے ذکر کی گئی حضرت امیمہؓ کی صحیح روایت بھی، حضرت ام ایمنؓ کی اس حدیث کی قوی شاہد موجود ہے۔

اسی وجہ سے:

امام نوویؒ (م ۶۷۶ھ) امام دار قطنیؒ (م ۳۸۵ھ) امام قسطلانیؒ (م ۹۲۳ھ) اور امام زرقانیؒ (م ۱۱۲۲ھ) نے ان احادیث کو صحیح کہا ہے۔ **(المجموع للنووی: جلد ۱: صفحہ ۲۳۴، شرح مشکل الوسیط: ج ۱: ص ۵۳، شرح زرقانی علی المواہب اللدنیۃ للقسطلانی: جلد ۵: صفحہ ۵۵۱)**

بہر حال خلاصہ کلام یہ کہ ان صحابیات کا، حضور ﷺ کے بول کو پی لینا صحیح سند سے ثابت ہے۔

---

[3] بعض کتابوں میں سلم بن قتیبہ کی جگہ مسلم بن قتیبہؒ لکھا ہوا ہے، جو کہ کتابت کی غلطی ہے، اسی وجہ سے غیر مقلد عالم غلام مصطفی ظہیر صاحب نے سلم بن قتیبہ کو مسلم بن قتیبہ سمجھا اور انکی توثیق کا سوال کیا۔ **(السنۃ: شمارہ ۳۰: ص ۲۹)** لیکن جیسا کہ عرض کیا گیا کہ صحیح سلم بن قتیبہ ہے، جو کہ صحیحین کے راوی اور صدوق ہیں۔

[4] حسن بن حرب کو ظہیر صاحب نے حسین بن حرب سمجھا ہے، جو کہ غیر صحیح ہے، صحیح حسن بن حرب ہے، جیسا کہ المطالب العالیہ میں موجود ہے، اور معاصرت کے اصول سے یہ حسن بن حرب الکندیؒ (م ۱۵۰ھ) ہونے چاہئیں، جن کی علماء نے تعریف و ثناء کی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ سلفِ صالحین کے نزدیک حضور ﷺ کا خونِ مبارک اور فضلات مبارک پاک ہیں، کیونکہ اگر وہ ناپاک ہوتے، تو حضور ﷺ ان کو منع کرتے اور ان صحابیات کو پاکی حاصل کرنے کا حکم فرماتے یا منہ صاف کرنے کو کہتے۔

لیکن آپ ﷺ نے ایسا کچھ بھی نہیں کہا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا خونِ مبارک اور فضلات مبارک پاک ہیں، سلفِ صالحین کا یہی نظریہ ہے۔

سلفِ صالحین کا ارشاد:

۱- امام ہیثمیؒ (م ۸۰۷ھ) اور

۲ - امام بغویؒ (م ۵۱۶ھ) وغیرہ نے بول پینے کی حدیث کو حضور ﷺ کے خصائص کے میں ذکر کیا ہے۔ **(مجمع الزوائد: ۸/ ۲۷۰، التھذیب للبغوی: جلد ۵: صفحہ ۲۲۶، ۲۱۴)**

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات بتانا چاہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے خصائص میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ آپ ﷺ کے فضلات مبارک پاک ہیں۔

۳- امام ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ **"بَابُ طَهَارَةِ دَمِهِ وَبَوْلِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"** حضرت نبی اکرم ﷺ کے خونِ مبارک اور بول کے پاک ہونے کا بیان۔ **(المطالب العالیہ: جلد ۱۵: صفحہ ۵۷۵)**

نیز فتح الباری میں امام ابن حجرؒ (م ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ **"وَقَدْ تَكَاثَرَتِ الْأَدِلَّةُ عَلَى طَهَارَةِ فَضَلَاتِهِ وَعَدَّ الْأَئِمَّةُ ذَلِكَ فِي خَصَائِصِهِ"**۔ نبی اکرم ﷺ کے فضلاتِ مبارک کے پاک ہونے پر بہت سے دلائل ہیں اور کئی ائمہ نے اس کو آپ ﷺ کے خصائص میں ذکر کیا ہے۔ **(فتح الباری: جلد ۱: صفحہ ۲۷۲)**

۴- امام سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں کہ **"بَابُ اخْتِصَاصِه صلى الله عَلَيْهِ وَسلم بِطَهَارَةِ دَمه"** حضرت نبی کریم ﷺ کے خون اور بولِ مبارک کے پاک ہونے کی خصوصیت کا بیان۔ **(الخصائص الکبریٰ للسیوطی: جلد ۳: صفحہ ۳۱۹)**

۵- امام محمد بن صالح الدمشقیؒ (م ۹۴۲ھ) فرماتے ہیں کہ: **"وموضوع الدلالة من هذه الأحاديث أن النبي صلى الله عليه وسلم لم ينكر على ابن الزبير ولا أم أيمن ولا من فعل مثل فعلها، ولا أمرهم بغسل الفم، ولا نهاهم عن العود إلى مثله، ومن حمل ذلك على التداوي، قيل له قد أخبر صلى الله عليه وسلم «إن الله يجعل شفاء أمته فيما حرم عليها» رواه ابن حبان في صحيحه فلا يصح حمل الأحاديث على ذلك بل هي ظاهرة في الطهارة"**۔

اور یہ احادیث دلالت کرتی ہیں کہ حضرت نبی ﷺ نے ابن زبیرؓ کو منع نہیں کیا، اور نہ ام ایمنؓ کو اور نہ ان لوگوں کو جنہوں نے اس طرح کا کام کیا اور نہ ان لوگوں کو اپنا منہ دھونے کا حکم دیا اور نہ ان کو دوبارہ ایسا کرنے سے روکا، اور جو لوگ اسکو دوا پر محمول کرتے ہیں، تو ان کو جواب دیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی امت کی شفاء، حرام چیزوں میں نہیں رکھی"، اسے ابن حبانؒ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ (لہذا) ان احادیث کو دوا پر محمول کرنا صحیح نہیں، بلکہ وہ پاک ہونے کے معنی میں ظاہر ہیں۔ **(سبل الہدیٰ والرشاد: جلد ۱۰: صفحہ ۴۵۶)**

۶- امام نوویؒ (م ۶۷۶ھ) نے بول پینے والے واقعہ کو **صحیح** کہا اور فرماتے ہیں کہ **"وَهُوَ كَافٍ فِي الِاحْتِجَاجِ لِكُلِّ الْفَضَلَاتِ قِيَاسًا، وَمَوْضِعُ الدَّلَالَةِ أَنَّهُ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُنْكِرْ عَلَيْهَا ولم يأمرها بغسل فمها ولا نهاها عَنْ الْعَوْدِ إلَى مِثْلِهِ"** اور یہ روایت حضور ﷺ کے فضلات کو قیاس کے ذریعہ (پاک) ثابت کرنے کیلئے کافی ہیں اور (پاک) ثابت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اس پر انکار نہیں فرمایا اور نہ اپنے منہ کو دھونے کا حکم دیا، اور نہ دوبارہ اس طرح کرنے سے منع کیا۔ **(المجموع للنووی: جلد ۱: صفحہ ۲۳۴)**

معلوم ہوا کہ سلفِ صالحین بھی اسی بات کے قائل ہیں کہ نبی ﷺ کے فضلاتِ مبارک پاک ہیں اور یہی راجح ہے۔ واللہ اعلم

لہذا جو فتویٰ ظہیر صاحب اور دیگر غیر مقلدین نے شیخ الحدیثؒ پر لگایا ہے، کیا وہی **'بلا دلیل، غلو آمیز، بدعت والا'** فتویٰ ان محدثین کرام پر بھی ہو گا؟؟

”من تمسک بسنتی عند فساد امتی فله أجر مائة شهید“

(میری امت کے بگاڑ کے وقت، جس نے میری سنت کو تھامے رکھا، اس کیلئے سو شہیدوں کا اجر ہے)

(اس حدیث کی تضعیف کا جواب)

۔مفتی آصف بن اسماعیل مدنی

الحدیث الاول (حدیث ابی ہریرۃ ؓ):

عن أبي هريرة قال: قال النبي ﷺ: «المتمسك بسنتي عند فساد أمتي له أجر شهيد»

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، آپؓ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کے فساد کے وقت، میری سنت کو تھامے رکھنے والے کیلئے، شہید کا اجر ہو گا۔

اسے طبرانیؒ نے (المعجم الاوسط: ج۵: ص۳۱۵: ح۵۴۱۴، پر) اور انہیں کی سند سے ابو نعیمؒ نے (حلیۃ الأولیاء: ج۸: ص۲۰۰، پر) نقل کیا ہے۔

اس کی سند اس طرح ہے:

قال الامام الطبرانیؒ :

حدثنا محمد بن أحمد بن أبي خيثمة (الحافظ بن الحافظ بن الحافظ : تاريخ الاسلام:٦/١٠١١)

قال: ثنا محمد بن صالح العدوي (أو العذرى) (خود غیر مقلدین کے اصول کے مطابق صدوق وثقہ ہیں)

قال: ثنا عبد المجيد بن عبد العزيز (وهو ابن ابی رواد : صدوق يخطئ:تقريب:٤١٦٠)

عن أبيه (عبد العزيز بن ابی رواد : صدوق عابد ربما وهم:تقريب ٤٠٩٦) .

عن عطاء (الامام المشهور)۔

عن ابی هريرة رضي الله تعالیٰ عنه وأرضاه۔

اس سند میں مشہور مفتی مکہ مکرمہ امام عبد المجید بن عبد العزیز بن ابی روادؒ اور محمد بن صالح العدویؒ پر کلام ہے، لیکن:

غیر مقلدین کے اصول کے مطابق یہ حدیث '**حسن لذاتہ**' ہے، جس کی تفصیل درجِ ذیل ہے:

'صدوق یخطئ' سے متعلق، غیر مقلدین کے محدث العصر شیخ البانیؒ اور دوسرے غیر مقلدین کا اصول:

امام عبد المجید بن ابی رواد کے بارے میں محدثین کرام کا اختلاف ہے، کچھ نے ان کی توثیق کی ہے، کچھ نے ان پر کلام کیا ہے، امام ابن حجرؒ نے انہیں 'صدوق یخطئ' کہا ہے۔ **(تقریب:۴۱۶۰)**

غیر مقلد عالم و محدث شیخ البانیؒ نے مخالفت نہ کرنے کی صورت میں ان کو 'حسن الحدیث' کہا ہے۔

قلت: -------- غير عبد المجيد وهو ابن عبد العزيز بن أبى رواد ، أورده الذهبى فى "الضعفاء" وقال: " وثقه ابن معين وغيره .

وقال أبو داود: ثقة داعية إلى الإرجاء , وتركه ابن حبان".

وقال الحافظ فى " التقريب ": " صدوق يخطىء ".

قلت: **فمثله حسن الحديث إن شاء الله إذا لم يخالف**۔ **(ارواء الغلیل: جلد۷: صفحہ ۲۱۱، رقم الحدیث: ۲۱۳۵)**

نیز دوسری جگہ یہ قبول کیا ہے کہ اگر یہ ثقات کی مخالفت نہ کریں تو جس سند میں یہ ہوں وہ سند 'جید' ہوگی:

قلت : وأما قوله – أي الحافظ العراقيّ - هو أو ابنه في " طرح التثريب في شرح التقريب " (٣ / ٢٩٧) : "إسناده جيد"، فهو غير جيد عندي،**وكان يكون ذلك لولا مخالفة عبد المجيد للثقات**۔ **(ضعیفہ ۲/۴۰۵، ح: ۹۷۵)**

مزید یہ کہ غیر مقلد عالم و محدث شیخ مقبل بن ھادی الوادعیؒ نے بھی، شیخ البانیؒ کا یہی اصول و قاعدہ بیان کیا ہے:

السؤال١٣: الشيخ الألباني-حفظه الله تعالى- يحسّن حديث من هذا حاله، فهل يحمل تحسينه على ما ذكرت أنت من التفصيل؟ أم أن هذه قاعدة عنده أن (صدوق يخطئ) حديثه حسن، وذكره غير مرة في كتابه "السلسلة"؟

الجواب: الذي يظهر أن هذه قاعدة عنده، وقد سألناه بمدينة رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وسلم فقال حفظه الله تعالى: إنّ من مارس أعمالهم في كتب الحديث يرى أنّهم يحسّنون لمحمد بن عمرو بن علقمة ومن جرى مجراه، فالظاهر أن هذه قاعدة عنده وهي قاعدة مقبولة لا غبار عليها، لكن من أحب أن يتثبّت وينظر في ترجمته وفي العلل فهو الأحوط لدينه۔ (المقترح فی أجوبة بعض أسئلة المصطلح: صفحہ ۳۴)

اسی طرح سلفی عالم شیخ ابو المنذر المنیاوی نے 'صدوق یخطئ' کی سند کو حسن کہا ہے:

الخامسة: من قصر عن الرابعة قليلاً، وإليه الإشارة بصدوق سيء الحفظ، أو صدوق يهم، أو له أوهام، أو يخطئ، أو تغير بأخرة ويلتحق بذلك من رمي بنوع من البدعة، كالتشيع والقدر، والنصب، والإرجاء، والتجهم، مع بيان الداعية من غيره۔ (إسناده حسن إلا إن كان أخطأ فيه)۔

معلوم ہوا غیر مقلدین کے اصول کے مطابق 'صدوق یخطئ' درجہ کا راوی، اگر ثقات کی مخالفت نہ کرے، نیز اس حدیث میں خطاًواقع ہونا ثابت نہ ہو، تو وہ 'حسن الحدیث' ہو گا اور جس سند میں وہ ہو، وہ سند 'جید' ہو گی۔

لہٰذا غیر مقلدین کے مذکورہ بالا اصول سے عبد المجید بن عبد العزیز بن ابی رواد ؒ جن کو حافظ الدنیا ابن حجرؒ نے صدوق یخطئ کہا ہے، مذکورہ بالا حدیث میں، غیر مقلدین کے اصول کے مطابق، **حسن الحدیث ہوں گے۔**

دوسرے راوی محمد بن صالح العدوی یا العذریؒ ہیں، جرح وتعدیل کی کتابیں ان کی توثیق یا تضعیف سے خاموش ہیں، مگر کئی محدثین نے ان کی حدیث کی تصحیح یا تحسین کی ہے، اور غیر مقلدین کا اصول ہے کہ: **"کسی حدیث کی تصحیح یا تحسین اس کے تمام راویوں کی توثیق ہوتی ہے"۔ (مجلہ الاجماع: شمارہ ۴ : ص۲)**

آیئے چند مثالیں ان محدثین کی پیش کرتے ہیں، جنہوں نے محمد بن صالح کی حدیث کی تصحیح یا تحسین کی ہے:

(۱) امام سفارینیؒ نے ان کی سند کو 'لا بأس به' (اس میں کوئی خرابی نہیں) کہا ہے۔ **(لوائح الانوار ۱/ ۲۰۱)**

(۲) امام منذریؒ نے بھی ان کی سند کو 'لا بأس به' کہا ہے۔ **(الترغیب الترھیب للمنذری: ج۱: ص۴۱: ح۶۵)**

(۳) امام مناویؒ نے اس حدیث کی سند کو حسن کہا ہے۔ **(التیسیر بشرح الجامع الصغیر: ۲/ ۴۵۴)**

(۴) امام ابو عوانہؒ نے 'مستخرج ابی عوانہ علی صحیح مسلم' میں ان کی سند سے حدیث نقل کی ہے۔ **(ح۳۹۱۴)**

(۵) اسی طرح امام بزارؒ جنہوں نے اپنی مسندِ کبیر میں احادیث اور راویوں پر کلام کیا ہے، محمد بن صالح سے کئی حدیثیں نقل کی ہیں، مگر ان پر کلام نہیں کیا ہے۔

(۶) امام ابو جعفر ابن جریر طبریؒ اپنی کتاب میں کہتے ہیں کہ آگے ہم ان حدیثوں کو ذکر کریں گے جن کی سند ہمارے نزدیک صحیح ہے اور پھر محمد بن صالح العدوی کی حدیث ذکر کی ہے:

ذكر ما صح عندنا سنده من حديث أبي سعيد الخدري، عن عمر بن الخطاب، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم مما لم نذكره فيما مضى۔ (تہذیب الآثار: ۱/ ۳)

حدثني **محمد بن صالح العدوي**، حدثني محمد بن عبد الله الأنصاري، حدثني إبراهيم بن الصمة المهلبي، حدثني الذين كانوا يمرون بالجص بالأسحار قال: «**كنا إذا مررنا بجنبات قبر ثابت سمعنا قراءة القرآن**»۔ **(تہذیب الآثار: جلد ۲: صفحہ ۵۱۴، حدیث ۷۳۸)**

نیز ابن جریرؒ کے ذکر کردہ اس اثر کا متن بھی قابل ملاحظہ ہے، کہہ رہے ہیں کہ:

''ہم جب بھی حضرت ثابت کی قبر کے پاس سے گزرتے تو قرآتِ قرآن کریم کی آواز سنتے''۔

لہذا غیر مقلدین کا، ابو ہریرۃؓ کی اس حدیث کی سند میں، عبد المجید بن ابی رواد اور محمد بن صالحؒ کی تضعیف کرنا، باطل و مردود ہے، خود انہیں کے اصول سے یہ حدیث '**حسن لذاتہ**' اور حجت و قابل استدلال ثابت ہوتی ہے۔

اس لئے شیخ البانیؒ کا، اور ان کی تقلید میں دوسرے غیر مقلد علماء کا اس حدیث کو ضعیف کہنا، محل نظر ہے۔

ایک اہم بات:

امام طبرانیؒ اور انہیں کے طریق سے امام ابو نعیمؒ کی مذکورہ بالا، حضرت ابو ہریرۃؓ کی حدیث میں '**اجر شہید**' کا لفظ ہے، مگر بہت سے علماء نے حضرت ابو ہریرۃؓ کی مذکورہ بالا حدیث میں '**مائۃ شہید**' کا لفظ بھی ذکر کیا ہے۔

جن میں سے چند علماء یہ ہیں:

(۱) امام برہان الدین، ابو اسحاق ابراہیم بن محمد الحلبی الشافعی الناجیؒ (**م ۹۰۰ھ**) کہتے ہیں کہ: امام بیہقیؒ نے اپنی 'المدخل' میں حضرت ابو ہریرۃؓ کی روایت میں '**اجر مائۃ شہید**' کا جملہ نقل کیا ہے، اور شاید لفظ '**مائۃ**' امام طبرانیؒ اور انہیں کے طریق سے روایت کردہ امام ابو نعیمؒ کی مذکورہ بالا روایت سے ساقط ہو گیا ہے۔

ثم قال (أي الإمام المنذريؒ) : ورواه الطبراني من حديث أبي هريرة بإسناد لا بأس به إلا أنه قال: "فله أجر شهيد".

(يقول الإمام الناجيؒ) : كذا رواه البيهقي في "المدخل" من حديث أبي هريرة لكن أوله : " القائم بسنتي وآخره له أجر مائة شهيد " ولعل لفظة " مائة " سقطت من الرواية المذكورة، والله أعلم۔ (عجالۃ الإملاء المتيسرة: جلد ۱: صفحہ ۱۹۳-۱۹۴)

(۲) شیخ البانیؒ نے بھی امام ناجیؒ کی اس بات کو ذکر کیا ہے، نیز یہ بھی تحریر کیا ہے کہ قاضی عیاضؒ کی الشفاء میں لفظ 'مئۃ' ثابت ہے۔

قال الناجي (۱۴/ ۲): "كذا رواه البيهقي في "المدخل" من حديث أبي هريرة، لكن أوله: "القائم بسنتي"، وآخره: "له أجر مئة شهيد". ولعل لفظة (مئة) سقطت من الرواية المذكورة. والله أعلم".

قلت: وإسنادها ضعيف، فيه من لا يعرف وآخر فيه ضعف. كما بينته في "الضعيفة" (۳۲۷ - التحقيق الثاني)، ولفظة (مئة) ثابتة أيضاً في "الشفاء". للقاضي عياض۔ (ضعیف الترغیب والترہیب: ج۱: ص ۳۷، رقم ۳۲)

(۳) قاضی عیاضؒ نے بھی حضرت ابو ہریرۃ ؓ سے 'مائة شهيد' کا لفظ نقل کیا ہے۔(الشفا:۲ /۱۲)

(۴) امام اَبو شامہؒ (م۶۶۵ھ) نے بھی المدخل سے 'أجر مائة شهيد' کا لفظ نقل کیا ہے۔

وأخرج الحافظ البيهقي في كتاب المدخل من حديث أبي هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله (صلى الله عليه وسلم) القائم بسنتي عند فساد أمتي له أجر مائة شهيد۔ (الباعث علی إنکار البدع والحوادث: ۱۸)

(۵) سعودیہ کے دعوت وارشاد کے مرکزی ادارہ سے چھپے رسالہ میں بھی، بیہقیؒ کی کتاب 'المدخل' سے **'مائة شهيد'** نقل کیا گیا ہے۔

فقد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أحيا سنتي عند فساد أمتي فله أجر مائة شهيد (6)، (اگلی عبارت حاشیہ کی ہے) (6) أخرجه البيهقي في كتاب المدخل من حديث أبي هريرة بلفظ (القائم بسنتي عند فساد أمتي فله أجر مائة شهيد) انظر: الباعث على إنكار البدع والحوادث ص80----- -

(مجلة البحوث الاسلامية : ۱۹۴/۶۷، الرئاسة العامة لإدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد)

(۶) امام علی بن ابراہیم ابن العطار نے بھی امام بیہقیؒ سے **'مائة شهيد'** کا لفظ اپنی سند سے نقل کیا ہے۔

وروينا بإسنادنا في كتاب المدخل للبيهقي عن أبي هريرة - رضي الله عنه - قال: قال رسولُ الله صلى الله عليه وسلم : للقائم بِسُنَّتي عند فساد أمتي أجر مئة شهيدٍ۔ **(الاعتقاد الخالص من الشک والانتقاد: صفحہ ۳۴۳)**

(۷) جناب شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدیؒ کی مشہور ترین کتاب، کتاب التوحید کی امر تسر، ہندوستان سے چھپی، پہلی مکمل مطبوعہ شرح 'فتح اللہ الحمید المجید شرح کتاب التوحید' جس کے مؤلف شیخ حامد بن محمد بن حسن ہیں، اور تحقیق مشہور سلفی عالم و محقق شیخ بکر اَبو زید حفظہ اللہ نے کی ہے، اس میں بھی ابو ہریرۃؓ کی حدیث میں 'مائة شهيد' کا لفظ نقل کیا گیا ہے۔**(فتح اللہ الحمید: ص۱۴، مقدمہ۔ ت: بکر ابو زید)**

(۸) ائمہ سلفیہ کے شاگرد شیخ محمد بن عبد الرحمن مغراوی نے بھی حضرت ابو ہریرۃؓ کی حدیث میں 'مائة شهيد' کا لفظ نقل کیا ہے۔ **(موسوعۃ مواقف السلف فی العقیدہ: جلد۹: صفحہ ۲۷۶)**

(۹) الامیر الصنعانیؒ نے بھی امام بیہقیؒ سے 'مائۃ اَجر شہید' کا لفظ نقل کیا ہے۔

(له أجر شهيد) وفي رواية البيهقي: "مائة شهيد"۔(التنویر شرح الجامع الصغیر: ج۱۰: ص۴۶۵، حدیث ۹۱۵۲)

(۱۰) سلفی عالم و محدث و مصنف شیخ محمد بن علی الاثیوبی نے بھی حضرت ابو ہریرۃؓ سے 'اَجر مائۃ شہید' کا لفظ نقل کیا ہے۔

(مشارق الانوار الوھاجہ: جلد۱: صفحہ ۳۱۲)

(۱۱) جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے چھپی، امام سیوطیؒ کی کتاب "مفتاح الجنہ فی الاحتجاج بالسنہ" میں بھی، امام بیہقیؒ سے، حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث میں 'مائة شہید' کا لفظ نقل کیا گیا ہے۔ **(صفحہ ۱۳)**

معلوم ہوا کہ محدثین اور علماء کی ایک جماعت نے امام بیہقیؒ کی کتاب 'المدخل' سے حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث میں **'مائة شهيد'** کا لفظ نقل کیا ہے، اور طبرانی کی حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث، غیر مقلدین کے اصول کے مطابق 'حسن لذاتہ' ہے۔

لہذا مذکورہ بالا حدیث میں **'أجر مائة شهيد'** (سو شہیدوں کا اجر) کے الفاظ غیر مقلدین کے اصول کے مطابق ثابت ہو گئے۔

نوٹ:

امام بیہقیؒ کی کتاب 'المدخل' کا موجودہ مطبوعہ نسخہ ناقص ہے، اس وجہ سے اصل کی طرف مراجعت نہیں ہو سکی۔

'صدوق یخطئ' سے متعلق اصول اور شیخ البانیؒ کی ایک تحقیق کا جائزہ:

صدوق یخطئ اگر ثقات کی مخالفت نہ کرے تو 'حسن الحدیث' ہوتا ہے یہ اصول تو غیر مقلد عالم شیخ البانیؒ نے بیان کر دیا۔

البتہ دوسری جگہ، تشہد میں چند کلمات کے اضافہ سے متعلق ایک حدیث کو شیخ البانیؒ نے یہ کہہ رد کر دیا کہ، "اس میں قاضی شریک بن عبد اللہ النخعیؒ ہیں، جو کہ سیئ الحفظ ہیں، البتہ ان کی متابعت میں 'عبد المجید عن ابن جریج عن جامع بن ابی راشد' کی سند موجود ہے، مگر عبد المجید صدوق یخطئ اور انکے شیخ ابن جریج مدلس ہیں، اور عنعنہ کیا ہے، پس اس متابعت سے بھی خوش ہونے کی ضرورت نہیں"۔ (یہ شیخ کی عبارت کا خلاصہ ہے، مکمل عربی عبارت حاشیہ میں مذکور ہے[5])

---

[5] - من باب التشهد

١٧٢- عن شريك: وحدثنا جامعُ بن شداد عن أبي وائل عن عبد الله ... بمثله (يعني: تشهد ابن مسعود) ؛ قال: وكان يعلمنا كلمات، ولم يكنْ يعلمُناهُن كما يعلمنا التشهد:"اللهم! ألفْ بين قلوبنا، وأصلح ذات بيننا، واهدنا سُبُل السلام ، ونجنا من الظلمات إلى النور وجنبنا الفواحش ما ظهر منها وما بطن ، وبارك لنا في أسماعنا وأبصارنا وقلوبنا وأزواجنا وذرّياتنا، وتُبْ علينا إنك أنت التواب الرحيم، واجعلنا شاكرين لنعمتك، مُثْنِين بها،قابليها وأتِمّها علينا ". (قلت: إسناده ضعيف؛ شريك وهو ابن عبد الله القاضي وهو سيئ الحفظ. وقد جاء حديث التشهد من طرق عن أبي وائل وغيره عن ابن مسعود؛ وليس فيه هذه الكلمات) .
إسناده: حدثنا تميم بن المنتصر أخبرناإسحاق يعني ابن يوسف عن شريك عن أبي إسحاق عن أبي الأحوص عن عبد الله قال كنا لاندري ما نقول إذا جلسنا في الصلاة وكان رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قد عُلِّم ... فذكر نحوه (يعني: نحو حديث شقيق عن ابن مسعود في التشهد) ؛ قال شريك: وحدثنا جامع يعني: ابن شداد... قلت: وهذا إسناد ضعيف؛ من أجل شريك، ومخالفته لجميع الطرق عن ابن مسعود؛ فإن أحداً

حالانکہ عبد المجید بن عبد العزیز بن ابی رواد ؒ(جنہیں حافظ ؒ نے صدوق یخطئ کہا ہے) شیخ کے اصول کے مطابق حسن الحدیث ہیں، اور ابن جریج ؒ کے بارے میں تو وہ، اعلم الناس واثبت الناس ہیں (جیسا کہ خود شیخ ؒ بھی نے کہا ہے[6]) اسکے باوجود یہاں شیخ نے ان پر کلام کر دیا، اور اس حدیث کی تضعیف کر دی۔ (واضح رہے کہ اس حدیث میں ابن جریج ؒ کی تدلیس کی علت، شریک ؒ کی متابعت سے ختم ہو جاتی ہے)

نیز شیخ ؒ نے ایک بڑے کام کی بات تحریر فرمائی ہے کہ اس سند کے ضعیف ہونے کی دو وجہ ہے:

(۱) شریک ؒ کی وجہ سے۔(جن کو شیخ نے سیئ الحفظ کہا ہے)

(۲) شریک ؒ کے، حضرت ابن مسعود ؓ (سے مروی اس حدیث) کی تمام سندوں کی مخالفت کرنے کی وجہ سے، اسلئے کہ ابن مسعود ؓ سے ان کلمات کو (جہاں تک مجھے معلوم ہے) کسی نے نقل نہیں کیا، شیخ کے الفاظ ہیں:

قلت: وهذا إسناد ضعيف من أجل شريك ومخالفته لجميع الطرق عن ابن مسعود فإن أحداً لم يذكر عنه هذه الكلمات- فيما أعلم-

حالانکہ آگے خود شیخ ؒ نے، حاکم ؒ کے حوالہ سے، شریک ؒ کے متابع، عبد المجید بن عبد العزیز بن ابی رواد ؒ کا تذکرہ کیا ہے:

نعم قد ذكر الحاكم له متابعاً من طريق عبد المجيد بن عبد العزيز بن أبي روّاد ثنا ابن جريج عن جامع---

معلوم ہوا کہ سیئ الحفظ راوی کی حدیث شیخ کے نزدیک ضعیف ہوتی ہے۔

لم يذكر عنه هذه الكلمات- فيما أعلم- وأما حديث التشهد: فصحيح:لأن شريكاً توبع عليه،كما بينته في الكتاب الآخر ٨٩٠) .

والحديث أخرجه الحاكم في " المستدرك " (٢٦٥/١) من طريق أخرى عن تميم ابن المنتصر ... به. وقال: " حديث صحيح على شرط مسلم "! ووافقه الذهبي! وهو من تساهلهما، وبخاصة الذهبي؛ فقد ذكر في ترجمة شريك- وهو ابن عبد الله القاضي-: أن مسلماً أخرج له متابعة.

ثم هو سيئ الحفظ، كما تقدم بيانه أكثر من مرة. نعم؛ قد ذكر الحاكم له متابعاً من طريق عبد المجيد بن عبد العزيز بن أبي روّاد: ثنا ابن جريج عن جامع بن أبي راشد عن أبي وائل عن عبد الله قال: كان رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يعلمنا ... فذكره مثله. قلت: لكن ابن جريج مدلس، وقد عنعنه.

وعبد المجيد بن عبد العزيز بن أبي رواد؛ قال الحافظ: " صدوق يخطئ، أفرط ابن حبان فقال: متروك ".

قلت: فلا يفرح بهذه المتابعة، ويبقى الحديث على ضعفه.

[6] خود شیخ البانی ؒ یہ بات، نہ صرف یہ کہ جانتے ہیں بلکہ مانتے بھی ہیں: **(قلت وهذا إسناد جيد متصل، وإنما قوّى الحافظ مرسله مع أن فيه عبد المجيد بن عبد العزيز- وهو ابن أبي رواد-؛ متكلم فيه؛ لكنه قوي في روايته عن ابن جريج خاصة؛ قال ابن معين: كان أعلم الناس بابن جريج. وقال الدارقطني: كان أثبت الناس في ابن جريج-** (صحیحہ: جلد۷: صفحہ ۶۶۸، حدیث ۳۲۱۹) اس کے باوجود تشہد والی اس حدیث میں، عبد المجید ؒ پر، شیخ البانی ؒ نے کلام کر دیا۔

شیخ کے کلام سے دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اگر سیئ الحفظ راوی کوئی ایسا اضافہ کر رہا ہے، جسے اس حدیث کے تمام طرق میں کسی نے بھی ذکر نہ کیا ہو، یعنی عدم ذکر ہو، صریح مخالفت نہ ہو، تب بھی شیخؒ کے نزدیک یہ مخالفت ہے۔

خلاصہ:

تشہد میں چند کلمات کے اضافہ سے متعلق اس روایت کے بارے میں شیخ کی مذکورہ بالا تحقیق سے تین باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) سیئ الحفظ راوی ضعیف ہوتا ہے۔

(۲) اگر سیئ الحفظ راوی کوئی ایسی بات نقل کر رہا ہے، جو اس حدیث کی کسی سند میں موجود نہیں، تو یہ مخالفت ہے۔

(۳) کوئی صدوق یخطئ درجہ کا راوی، اگر اس صدوق سیئ الحفظ راوی کی متابعت کرے، تو یہ متابعت مقبول نہ ہوگی۔

ان تمام باتوں کے پیش نظر، ہمارا غیر مقلدین سے کہنا ہے کہ اپنے محدث العصر شیخؒ کی اتباع کرتے ہوئے، وضع الیدین علی الصدر کے مسئلہ میں، مؤمل بن اسماعیل العدویؒ کی حدیث سے استدلال کرنا چھوڑ دیں، کیونکہ وہ بھی شریکؒ کی طرح سیئ الحفظ اور کثیر الخطاہیں، خود شیخ البانیؒ نے بھی ان کی کی تضعیف کی ہے۔

نیز وائل بن حجرؓ سے منقول اس حدیث کے تمام طرق میں 'علی صدرہ' کے اضافہ پر کسی ثقہ نے مؤملؒ کی متابعت نہیں کی، لہذا بقول شیخؒ یہ ثقات کی مخالفت ہے۔

نیز قبیصہ بن ھلــــب طائیؒ (مجہول)، سماک بن حرب (مضطرب الحدیث عن عکرمہ، وغیرہ) اور عمرو بن موسیٰ شامیؒ (مرسل) کی حدیثیں، جو شواہد میں پیش کی جاتی ہیں، یہ روایتیں بھی غیر مقلدین کے اصول پر ضعیف ہیں، پس شیخ کے الفاظ میں فلا یفرح بہ، ان پر خوش ہونے کی ضرورت نہیں۔

نیز غیر مقلد عالم علی زئی صاحب اور ان کے شاگر غیر مقلد علماء کے نزدیک بھی ضعیف روایتوں کے مجموعہ سے تقویت حاصل نہیں ہوتی۔ **(اصول حدیث واصول تخریج: صفحہ ۹۸)**

مزید یہ کہ اس حدیث کو علی شرط مسلم کہنے پر شیخؒ نے اسے، امام حاکمؒ اور خاص کر امام ذہبیؒ کا تساہل بتایا ہے:

وقال (أي الحاكمؒ) : " حديث صحيح على شرط مسلم " ! ووافقه الذهبي! وهو من تساهلهما، وبخاصة الذهبي ؛ فقد ذكر في ترجمة شريك- وهو ابن عبد الله القاضي- : أن مسلماً أخرج له متابعة۔

لہذا جو غیر مقلدین، مؤمل بن اسماعیلؒ کی روایت کی تصحیح یا تحسین کرتے ہیں، وہ خود اپنے ہی محدث العصر کی نظر میں متساہل ہیں۔

الحدیث الثانی (حضرت علیؓ کی حدیث):

عن علي بن أبي طالب، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «المتمسك بسنتي في دينه في الهرج له أجر مائة شهيد»

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ورضی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اختلافات کے زمانہ میں، اپنے دین میں، میری سنت کو تھامے رکھنے والے کیلئے سو شہیدوں کا اجر ہو گا۔ **(الابانۃ الکبریٰ: جلد۱: صفحہ ۳۰۹، رقم الحدیث ۱۴۵)**

<u>اس کی سند اس طرح ہے:</u>

حدثني أبو يوسف يعقوب بن يوسف الطباخ **(الطحان، الخلال، الواسطی، ثم البغدادی): ثقة۔**

(الدليل المغنی: صفحه ۴۸۱، رقم ۵۴۰)

قال: حدثنا أبو عبد الله الأيلي **(هو محمد بن علی بن اسماعیل الأبلی): ثقه۔**

(تاريخ الاسلام: جلد۷: صفحه ۵۸۲، رقم ۴۶۹))

قال: ثنا عثمان بن عبد الله الأيلي **(بن محمد بن خرزاذ ابو عمرو، البصری الانطاکی الحافظ): ثقه مامون۔**
(تاريخ الاسلام: جلد۶: صفحه ۶۷۷، رقم ۳۵۴)

قال: ثنا محمد بن جعفر الطالبي **(تكلم فيه: لسان الميزان: جلد۷: صفحه ۳۰، رقم ۶۵۸۳)**

عن أبيه **(جعفر بن محمد بن علی بن الحسين: صدوق: تقريب: ۹۵۰)**

عن جده **(محمد بن علی بن الحسين: ثقه: تقريب: ۶۱۵۱)**

محمد بن جعفر عن ابیہ عن جدہ عن علی رضی اللہ عنہ کی سند کو امام حاکمؒ نے صحیح الاسناد کہا ہے، اور امام ذہبیؒ نے صحیح کہا ہے۔ **(المستدرک: ۲/۵۹۷، رقم ۴۰۱۱)**

اس سند میں بھی ضعف ہے، اسلئے کہ مصنف کتاب امام ابن بطہؒ، اور محمد بن جعفر الصادقؒ پر کلام ہے۔

لیکن پچھلی حدیث، نیز اگلی حدیث سے، حضرت علیؓ کی اس حدیث کی تقویت ہوتی ہے۔

علیؓ کی اس حدیث میں بھی یہ فضیلت بتائی گئی ہے کہ اختلافات کے زمانہ میں سنت پر چلنے والے کیلئے سو شہیدوں کا اجر ہو گا۔

الحدیث الثالث (حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی حدیث):

قال أبو القاسم عبد الملك بن محمد بن عبد الله بن بشران المعدل أخبرنا حمزة ثنا عبد الله بن روح ثنا الحسن بن قتيبة أنبا عبد الخالق بن المنذر عن ابن أبي نجيح عن مجاهد عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «من تمسك بسنتي عند فساد أمتي فله أجر مائة شهيد»

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے، میری امت کے فساد کے وقت، میری سنت کو تھامے رکھا، اس کے لئے سو شہیدوں کا اجر ہے۔

(أمالی ابن بشرانؒ: الجزء الأول: صفحہ ۲۱۸، رقم الحدیث ۵۰۱، وکذا: صفحہ ۳۰۶، رقم الحدیث ۷۰۰، الزهد الكبير للبیہقیؒ: صفحہ ۱۱۸، رقم الحدیث ۲۰۷، حلیۃ الأولیاء: جلد ۸: صفحہ ۲۰۰۔ تعلیقاً، الکامل لابن عدیؒ: جلد ۳: صفحہ ۱۷۳، رقم الترجمہ: ۴۶۰)

اس سند میں ضعف ہے :

اس کی سند میں ابو علی الحسن بن قتیبہ الخزاعی المدائنی ہیں، جن کو امام دار قطنیؒ نے متروک، امام ابوزرعہؒ نے لیس بقوی وضعیف، امام ازدیؒ نے واھی الحدیث، امام عقیلیؒ نے کثیر الوھم کہا ہے۔

البتہ امام ابن عدیؒ نے 'لا بأس بہ' (ان میں کوئی خرابی نہیں) اور ان کی حدیثوں کو 'حسن غریب' کہا ہے، مگر امام ذہبیؒ نے امام ابن عدیؒ کا رد کرتے ہوئے انہیں 'ھالک' کہا ہے، لیکن اس توثیق میں امام ابن عدیؒ منفرد نہیں، امام ابن القیسرانیؒ نے بھی 'لا بأس بہ' (ان میں کوئی خرابی نہیں) کہا ہے، نیز ابن حبانؒ اور قاسم بن قطلوبغاؒ نے بھی انہیں ثقات میں ذکر کیا ہے اور کہا کہ "یخطئ ویخالف"۔

(ذخیرۃ الحفاظ: ج ۴: ص ۲۲۲۸، کتاب الثقات لابن حبان: ج ۸: ص ۱۶۸، کتاب الثقات للقاسم: ج ۳: ص ۳۸۴، الکامل فی ضعفاء الرجال: جلد ۳: صفحہ ۱۷۳، رقم ۴۶۰، لسان المیزان: جلد ۳ : صفحہ ۱۰۶، رقم ۲۳۷۴)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ الحسن بن قتیبہ الخزاعی المدائنی میں کچھ ضعف ہے، البتہ بعض نے ان کی توثیق بھی کی ہے۔

اسی طرح الحسن بن قتیبہ کے استاد عبد الخالق بن المنذر کو مجہول کہا گیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ:

عبد الخالق بن المنذر کا علم ہونے کے باوجود (**الکامل ۳/۱۷۳ ترجمۃ الحسن بن قتیبہ**) ابن عدیؒ نے الکامل میں نہ ان پر کلام کیا نہ ان کا ذکر کیا۔

لہٰذا غیر مقلدین کے اصول کے مطابق یہ اس بات کی دلیل ہے کہ عبد الخالق ابن عدیؒ کے نزدیک ثقہ ہیں۔ (**انوار البدر: ص ۲۲۴**)

معلوم ہوا کہ ابن عباسؓ کی مذکورہ بالا حدیث، حسن بن قتیبہ کی وجہ سے ضعیف ہے، مگر پچھلی دونوں حدیثوں سے اس کی متابعت ہوتی ہے۔

الحدیث الرابع (حضرت ابوہریرۃؓ کی دوسری حدیث):

عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من تمسك بسنتي عند فساد الناس فله أجر مائة شهيد.

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے لوگوں کے بگاڑ کے وقت میری سنت کو تھامے رکھا اس کے لئے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔ (الانوار فی شمائل النبي المختار: صفحہ ۲۷۷، رقم الحدیث: ۱۲۳۷، لابی محمد البغویؒ (م ۵۱۶ھ))

اس کی سند اس طرح ہے:

أخبرنا الإمام أبو علي الحسين بن محمد القاضي **(كان يقال له: حبر الأمة: تاريخ الاسلام: ۱۰/ ۱۶۳، رقم ۳۶)**

أنا أبو سعد خلف بن عبد الرحمن بن محمد بن أبي نزار **(مجهول)**

نا أبو علي محمد بن محمد المرزباني التاجر **(مجهول)**

أنا أبو إسحق أحمد بن محمد بن ياسين الحداد **(ضعيف جدا: لسان الميزان: ۱/ ۶۴۳، رقم ۷۹۸)**

نا أحمد بن حوية **(وهو احمد بن زنجويه: ثقه: تاريخ الاسلام: ۷/ ۴۷، رقم ۱۶۶)**

نا محمد بن عكاشة **(إن كان المراد الكرماني: فهو متهم بالوضع: تاريخ الاسلام: ۵/ ۱۲۳۷، رقم ۴۶۵۔ وإن كان المراد الكوفي: فهو ضعيف: لسان: ۷/ ۳۵۵، رقم ۷۱۷۶)**

نا عبد الله بن داود الحربي (وهو الخربيى) عن الأعمش عن أبي صالح۔ **(الثلاثة ثقات مشهورون)**

یہ سند سخت ضعیف ہے۔

خلاصہ:

مذکورہ بالا حدیثوں میں سے:

حدیث نمبر (۱) غیر مقلدین کے اصول کے مطابق حسن لذاتہ ہے۔

حدیث نمبر (۲) اور حدیث نمبر (۳) میں ضعف ہے، جن کی متابعت حدیث نمبر (۱) ہوتی ہے، لہٰذا یہ حسن لغیرہ ہیں۔

حدیث نمبر (۴) سخت ضعیف ہے۔

تنبیہ:

اس حدیث میں فساد امت کے وقت، تمسک بالسنہ پر سو شہیدوں کا اجر بیان کیا گیا ہے۔

علماء فرماتے ہیں یہاں **'سو شہیدوں کے اجر'** سے حصر نہیں بلکہ تکثیر مراد ہے۔

ثم أقول لعل المراد من المائة هو بيان قدر كثرة الثواب لا الحصر به بل قد يزيد وقد لا يبلغ على حسب تمسك المتمسك وحاله إذ التمسك يقتضي زمانا متماديا بتمادي العمر فرب نفس يقتلها صاحبها كثيرا ورب نفس أكثر منه أو أقل۔(بريقة محمودية : ۷۵/۱)

یہی وجہ ہے کہ بعض حدیثوں میں صرف حالات کی سنگینی کو بیان کیا گیا، اور بعض میں پچاس صحابہ کرام کے برابر اجر بیان کیا گیا۔

نیز فساد امت کے وقت، تمسک بالسنہ پر بیان کئے گئے الگ الگ فضائل کی وجہ یہ ہے کہ فساد امت بھی، زمان و مکان کے اعتبار سے کم زیادہ ہوتا ہے، اسی طرح جس سنت سے تمسک کیا جارہا ہے، درجہ کے اعتبار سے وہ بھی متفاوت ہوتی ہے، اور اس ثابت قدمی پر حالات بھی مختلف طرح کے آتے ہیں۔

کہیں حجاب پر پابندی تو کہیں ڈاڑھی رکھنے کیلئے حکومت سے اجازت لینا ہوتا ہے، کہیں روزہ رکھنا ممنوع ہے، ماضی قریب میں ایسے علاقے بھی رہے جہاں دین اسلام سے ادنیٰ ترین وابستگی بھی ناقابلِ معافی جرم تھی، وہ جگہیں موجود ہیں جہاں اعلاء کلمۃ اللہ کی جدوجہد کرنے والوں کو جانوروں کی طرح پنجروں رکھا جاتا ہے، بلکہ آج بھی پسِ دیوار زنداں ایسے بہت سے نوجوان موجود ہیں، جن کا جرم عظیم صرف اور صرف یہ ہے کہ 'أن يقول ربي الله' جنہیں کئی سال سے جنسی، جسمانی، ذہنی ومالی اعتبار سے بدترین ایذائیں دی جارہی ہیں۔

نسأل العافية والسلامة ۔

اللهم انصر إخواننا المسلمين فى كل مكان۔

ربنا ولا تحمل علينا إصرا كما حملته على الذين من قبلنا، ربنا ولا تحملنا ما لا طاقة لنا به واعف عنا واغفر لنا وارحمنا أنت مولانا فانصرنا على القوم الكافرين۔

آمین یارب العالمین

مولانا طارق جمیل صاحب کے نزدیک **'اللہ کے رسول ﷺ کا جنازہ خود اللہ نے پڑھا ہے'** کا مطلب کیا ہے۔

-مولاناعبدالرحیم قاسمی

مولانا طارق جمیل صاحب دامت برکاتھم پر غیر مقلدین اور بریلوی حضرات اپنی نادانی اور کم علمی کی وجہ سے گستاخی اور کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں (نعوذ اللہ) کیونکہ مولانا نے یہ کہا کہ ' اللہ کے رسول ﷺ کا جنازہ خود اللہ نے پڑھا ہے'۔

جواب نمبر ا : (تحقیقی جواب)

مولانا طارق جمیل صاحب دامت برکاتھم نے وہ روایت جس کو آپ نے ان سے سنا ہے، وہ روایت انہوں نے اپنے گھر سے بیان نہیں کی، بلکہ امام غزالیؒ (م **۵۰۵ھ**) کی مشہور کتاب **" احیاء علوم الدین "** سے نقل کی ہے۔

امام ابو حامد محمد الغزالیؒ (م **۵۰۵ھ**) فرماتے ہیں کہ:

وروي ابْن مَسْعُود: أَن النَّبِي صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسلم قَالَ لأبي بكر «سل يَا أَبَا بكر» فَقَالَ: يَا رَسُول الله دنا الْأَجَل؟ فَقَالَ «قد دنا الْأَجَل وتدلى» فَقَالَ لِيَهنك يَا نَبِي الله مَا عِنْد الله! فليت شعري عَن منقلبنا، فَقَالَ «إِلَى الله وَإِلَى سِدْرَة الْمُنْتَهى ثمَّ إِلَى جنَّة المأوى والفردوس الْأَعْلَى والكأس الأوفى والرفيق الْأَعْلَى والحظ والعيش المهنا» فَقَالَ يَا نَبِي الله من يَلِي غسلك؟ قَالَ «رجال من أهل بَيْتِي الْأَدْنَى فالأدنى»

قَالَ فَفِيمَ نكفنك؟ فَقَالَ «فِي ثِيَابِي هَذِه وَفِي حلَّة يَمَانِية وَفِي بَيَاض مصر» فَقَالَ كَيفَ الصَّلَاة عَلَيْك منا؟ وبكينا وَبكى ثمَّ قَالَ «مهلا غفر الله لكم وجزاكم عَن نَبِيكُم خيرا، إِذا غسلتموني وكفنتموني فضعوني عَلَى سَرِيرِي فِي بَيْتِي هَذَا عَلَى شفيري قَبْرِي، ثمَّ أخرجُوا عني سَاعَة، فَإِن أول من يُصَلِّي عَلَى الله عز وَجل {هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُم وَمَلَائِكَته} ثمَّ يَأْذَن للْمَلَائكَة فِي الصَّلَاة عَلَى،

فَأول من يدْخل عَلَى من خلق الله وَيُصلي عَلَى جِبْرِيل ثمَّ مِيكَائِيل ثمَّ إِسْرَافِيل ثمَّ ملك الْمَوْت مَعَ جنود كَثِيرَة، ثمَّ الْمَلَائِكَة بأجمعها صَلَّى الله عَلَيْهِم أَجْمَعِينَ، ثمَّ أَنْتُم فادخلوا عَلّي أَفْوَاجًا فصلوا عَلّي أَفْوَاجًا زمرة زمرة وسلموا تَسْلِيمًا، وَلَا تؤذوني بتزكية وَلَا صَيْحَة وَلَا رنة وليبدأ مِنْكُم الإِمَام وَأهل بَيْتِي الْأَدْنَى فالأدنى، ثمَّ زمر النِّسَاء ثمَّ زمر الصّبيان» قَالَ فَمن يدْخلك الْقَبْر؟ قَالَ «زمر من أهل بَيْتِي الْأَدْنَى فالأدنى مَعَ مَلَائِكَة كَثِيرَة لَا ترونهم وهم يرونكم قومُوا فأدوا عني إِلَى من بعدى . **(احیاء علوم الدین: جلد ۴: صفحہ ۴۷۱)**

اسکین:



تصنيف

الإمام أبي حامد محمد بن محمد الغزالي

المتوفى في سنة ٥٠٥ هـ

وبذيله كتاب

المغني عن حمل الأسفار في الأسفار

في تخريج ما في الإحياء من الأخبار

للعلامة زين الدين أبي الفضل عبد الرحيم بن الحسين العراقي

المتوفى في سنة ٨٠٦ هـ

وتماماً للنفع ألحقنا بالكتاب في آخره ثلاثة كتب:

الأول : تعريف الأحياء بفضائل الإحياء، للعلامة عبد القادر بن شيخ بن عبد الله ابن شيخ بن عبد الله العيدروس باعلوي

الثاني : الإملاء عن إشكالات الإحياء، للإمام الغزالي، رد به اعتراضات أوردها بعض المعاصرين له على بعض مواضع من الإحياء.

الثالث : عوارف المعارف، للعارف بالله تعالى الإمام السهروردي



دار المعرفة

بيروت - لبنان

١٤٠٢ هـ - ١٩٨٢ م

بعض الظالمين بعضا بما كانوا يكسبون ﴾ (١) ، وروى ابن مسعود رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال لأبي بكر رضي الله عنه « سل يا أبا بكر » فقال يا رسول الله دنا الأجل ؟ فقال « قد دنا الأجل وتدلى » فقال ليهنك يانبي الله ما عند الله ! فليت شعري عن منقلبنا ، فقال « إلى الله وإلى سدرة المنتهى ثم إلى جنة المأوى والفردوس الأعلى والكأس الأوفى والرفيق الأعلى والحظ والعيش المهنأ » فقال يا نبي الله من يلي غسلك ؟ قال « رجال من أهل بيتي الأدنى فالأدنى » قال ففيم نكفنك ؟ فقال « في ثيابي هذه وفي حلة يمانية وفي بياض مصر » فقال كيف الصلاة عليك منا ؟ وبكينا وبكى ثم قال « مهلا غفر الله لكم وجزاكم عن نبيكم خيرا ، إذا غسلتموني وكفنتموني فضعوني على سريري في بيتي هذا على شفير قبري ، ثم أخرجوا عني ساعة ، فإن أول من يصلي علي الله عز وجل ﴿ هو الذي يصلي عليكم وملائكته ﴾ ثم يأذن للملائكة في الصلاة علي ، فأول من يدخل علي من خلق الله ويصلي علي جبريل ثم ميكائيل ثم إسرافيل ثم ملك الموت مع جنود كثيرة ، ثم الملائكة بأجمعها صلى الله عليهم أجمعين ، ثم أنتم فادخلوا علي أفواجا فصلوا علي أفواجا زمرة زمرة وسلموا تسليما ، ولا تؤذوني بتزكية ولا صيحة ولا رنة وليبدأ منكم الإمام وأهل بيتي الأدنى فالأدنى ، ثم زمر النساء ثم زمر الصبيان » قال فمن يدخلك القبر ؟ قال « زمر من أهل بيتي الأدنى فالأدنى مع ملائكة كثيرة لا ترونهم وهم يرونكم قوموا فأدوا عني إلى من بعدي » (٢) ، وقال عبد الله بن زمعة جاء بلال في أول شهر ربيع الأول فأذن بالصلاة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم « مروا أبابكر يصلي بالناس » فخرجت فلم أر بحضرة الباب إلا عمر في رجال ليس فيهم أبو بكر ، فقلت قم يا عمر فصل بالناس ، فقام عمر فلما كبر وكان رجلا صيتا سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم صوته بالتكبير فقال « أين أبو بكر ؟ يأبى الله ذلك والمسلمون » قالها ثلاث مرات « مروا أبابكر فليصل بالناس » فقالت عائشة رضي الله عنها يارسول الله إن أبابكر رجل رقيق القلب إذا قام في مقامك غلبه البكاء ! فقال « إنكن صويحبات يوسف مروا أبابكر فليصل بالناس » قال فصلى أبو بكر بعد الصلاة التي صلى عمر ، فكان عمر يقول لعبد الله بن زمعة - بعد ذلك - ويحك ماذا صنعت بي ! والله لولا أني ظننت أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أمرك ما فعلت . فيقول عبد الله إني لم أر أحداً أولى بذلك منك ! قالت عائشة رضي الله عنها وما قلت ذاك ولا صرفته عن أبي بكر إلا رغبة به عن الدنيا ، ولما في الولاية من المخاطرة والهلكة إلا من سلم الله ، وخشيت أيضا أن لا يكون الناس يحبون رجلا صلى في مقام النبي صلى الله عليه وسلم وهو حي أبدا إلا أن يشاء الله ، فيحسدونه ويبغون عليه ويتشاءمون به فإذن الأمر أمر الله والقضاء قضاؤه ، وعصمه الله من كل ما تخوفت عليه من أمر الدنيا والدين (٣) وقالت عائشة رضي الله عنها فلما

---

(١) حديث سعيد بن عبد الله عن أبيه قال : لما رأت الأنصار رسول الله صلى الله عليه وسلم يزداد ثقلا أطافوا بالمسجد ، فدخل العباس فأعلمه بمكانهم وإشفاقهم فذكر ... الحديث في خروجه متوكئا معصوب الرأس يخط رجليه حتى جلس على أسفل مرقاة من المنبر . فذكر خطبته بطولها هو حديث مرسل ضعيف وفيه نكارة ولم أجد له أصلا وأبوه عبد الله بن ضرار بن الأزور تابعي . روى عن ابن مسعود قال أبو حاتم فيه وفي أبيه سعيد ليس بالقوي . (٢) حديث ابن مسعود : أن النبي صلى الله عليه وسلم قال لأبي بكر « سل يا أبا بكر » فقال . يارسول الله دنا الأجل ؟ فقال « قد دنا الأجل ... الحديث » في سؤالهم له : من يلي غسلك وفيم نكفنك ؟ وكيفية الصلاة عليه » رواه ابن سعد في الطبقات عن محمد بن عمر وهو الواقدي بإسناد ضعيف إلى ابن عوف عن ابن مسعود وهو مرسل ضعيف كما تقدم .

(٣) حديث عبد الله بن زمعة : جاء بلال في أول ربيع الأول فأذن بالصلاة فقال النبي صلى الله عليه وسلم « مروا أبابكر فليصل بالناس » فخرجت فلم أر بحضرة الباب إلا عمر في رجال ليس فيهم أبو بكر ... الحديث » أخرجه أبو داود بإسناد جيد نحوه مختصرا دون قوله « فقالت عائشة إن أبابكر رجل رقيق ... الى آخره » ولم يقل : في أول ربيع الأول ، وقال « مروا من يصلي بالناس » وقال « يأبى الله ذلك والمؤمنون » مرتين وفي رواية له فقال « لا لا لا .. ليصل للناس ابن أبي قحافة » يقول ذلك =

اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد،

امام عراقیؒ (م ۸۰۶ھ) اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں ”رواہ ابن سعد فی الطبقات عن محمد بن عمر وھو الواقدی باسناد ضعیف“ اس روایت کو ابن سعدؒ (م ۲۳۵ھ) نے (اپنی کتاب) طبقات (ابن سعد) میں محمد بن عمر الواقدیؒ کے طریق سے ضعیف سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ **(تخریج احادیث احیاء علوم الدین: جلد ۶: صفحہ ۲۵۴۰)**

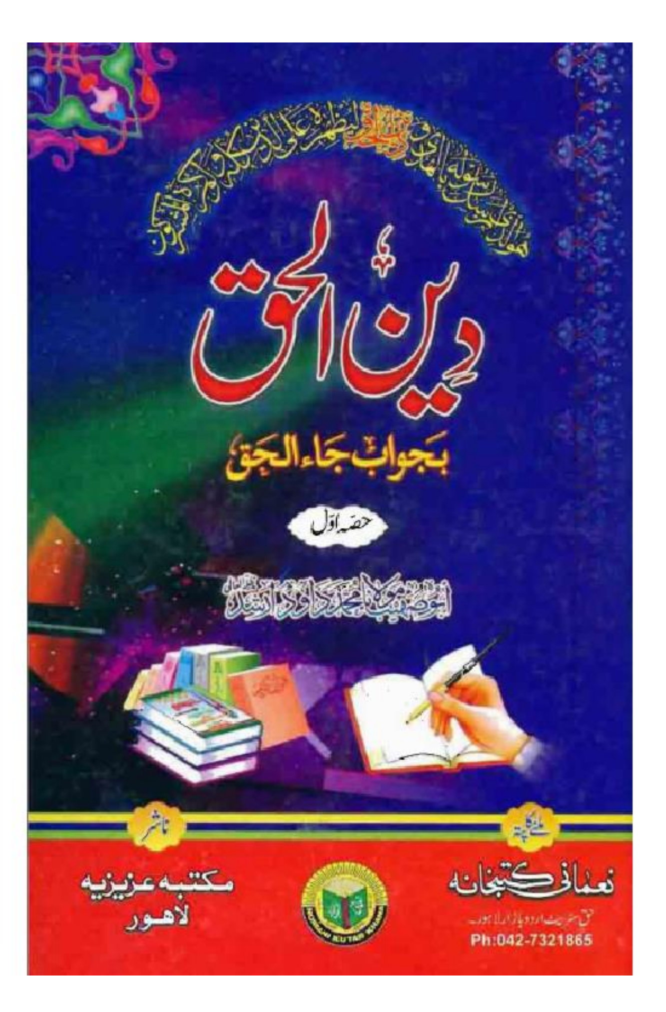
معلوم ہوا کہ یہ روایت امام عراقیؒ کے نزدیک ضعیف ہے۔

نوٹ:

یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ طبقات ابن سعد میں مجھے نہیں ملی۔

اور یاد رہے کہ غیر مقلدین کے نزدیک فضائل میں ضعیف روایت نقل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ **(دین الحق: جلد ۱: صفحہ ۵۳)**

اسکین:



۵۳

مفتی صاحب کے چند اُصُولوں پر ایک نظر

کیا ضعیف روایت فضائل میں معتبر ہے؟ = حضرت مفتی صاحب صحیح، حسن اور ضعیف حدیث کی تعریف کرنے کے بعد ان کے حکم کے متعلق روشنی ڈالتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں :

صحیح اور حسن احکام اور فضائل سب میں معتبر ہیں لیکن حدیث ضعیف صرف فضائل میں معتبر ہے۔ احکام میں معتبر نہیں یعنی اس سے حلال و حرام ثابت نہ ہوں گے۔ ہاں! اعمال یا کسی شخص کی عظمت و فضیلت ثابت ہو سکتی ہے۔

الجواب = اولاً مفتی صاحب کا یہ لکھنا کہ ضعیف احکام میں معتبر نہیں پھر آگے چل کر فرمانا اعمال میں ضعیف معتبر ہے۔ جمع نقیضین ہے کیونکہ احکام رب تعالیٰ کی بجا آوری کا نام ہی اعمال (صالحہ) ہے۔ ہاں اگر مفتی صاحب کی اعمال سے مراد فضائل اعمال ہے تو بات اور ہے۔ ثانیاً ۔ اگر مفتی صاحب کی مراد فضائل اعمال ہے تو تب بھی یہ بات درست نہیں کیونکہ کتب مصطلح الحدیث پر نگاہ رکھنے والے علماء پر مخفی نہیں کہ علماء و محققین کے مابین اس امر پر اختلاف ہے۔ مولانا عبدالحیٔ لکھنوی حنفی مرحوم فرماتے ہیں کہ :

واما العمل بالضعيف فی فضائل الاعمال فدعوى الاتفاق فيه باطلة نعم هو مذهب الجمهور لكن مشروط بان لا يكون الحديث ضعيفًا شديد الضعف فان كان كذلك لم يقبل فی الفضائل ايضاً۔

یعنی فضائل اعمال وغیرہ میں ضعیف حدیث پر عمل کے متعلق اجماع کا دعویٰ باطل ہے اگرچہ جمہور کا مذہب یہی ہے مگر مشروط ہے کہ روایت میں ضعف شدید نہ ہو ہاں البتہ اگر روایت سخت ضعیف ہو تو تب فضائل میں بھی قبول نہیں کی جائے گی۔ (الاثار المرفوعہ ص ۷۷، ۷۸)

اس عبارت سے قبل ص ۷۰ میں شدید ضعف کی بھی انہوں نے صراحت کی ہے۔ سند میں کوئی راوی کذاب، متہم، متروک الحدیث یا اس طرح کا کوئی اور نہ ہو۔ راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ خود علماء بریلی نے بھی فضائل میں تمام ضعیف احادیث کو قبول نہیں کیا چنانچہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عرب (کے رہنے والوں سے) بغض میرے ساتھ بغض ہے۔ (ترمذی معہ تحفہ ص ۳۷۶ ج ۴ و مسند امام احمد ص

غیر مقلدین اور بریلوی حضرات کی طرف سے، یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کا جنازہ کیسے پڑھ سکتا ہے ؟

حدیث میں " صلیٰ " کا لفظ ہے:

جواب اس کا یہ ہے کہ حدیث میں امام غزالیؒ نے جو جملہ نقل کیا ہے، وہ یہ ہے کہ " فإن أول من يصلي علي الله عز وجل " حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ (میرے انتقال کے بعد) سب سے پہلے جو مجھ پر صلاۃ پڑھے گا، وہ اللہ تعالیٰ ہے۔

غور فرمایئے! **حدیث میں " صلیٰ " کا لفظ ہے** اور یہ آیت [هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُم وَمَلَائِكَته] بھی موجود ہے۔

اور عالمیت کی ۲، ۳ کلاس کے طالب علم کو بھی معلوم ہے کہ جب **"صلیٰ، یصلی"** کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جاتی ہے، یعنی جب " صلیٰ " کا فاعل اللہ تعالیٰ ہوتے ہیں، تو اس کا معنیٰ درود پڑھنا اور رحمت بھیجنا ہوتا ہے، نہ کہ نماز پڑھنا، جس کی دلیل قرآن کریم میں موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ " إن الله و ملئكته يصلون على النبي ۔۔۔۔۔ "۔ **(سورۃ احزاب: ۵۶)**

ہر جاننے والا بلکہ ہر اہل حدیث اور بریلوی مولوی بھی اس آیت کا یہی ترجمہ کرتا ہے کہ یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبی (ﷺ) پر درود بھیجتے ہیں، جبکہ آیت میں تو " **صلّٰی** " کا لفظ موجود ہے۔

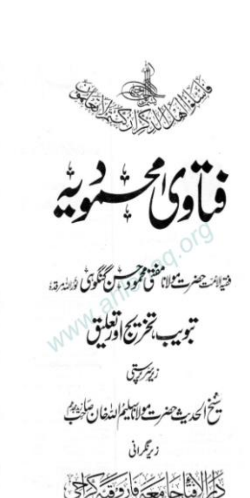
لہذا ثابت ہوا کہ جب "صلّٰی" کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جاتی ہے، تو اس کا معنیٰ درود پڑھنا اور رحمت بھیجنا ہوتا ہے، نہ کہ نماز پڑھنا۔

لیکن پھر بھی اہل حدیث اور بریلوی حضرات نے مولانا طارق جمیل صاحب پر اعتراض کر کے، اپنی لاعلمی، جہالت کے ساتھ ساتھ علماء سے تعصب کا بھی ثبوت دیا ہے۔

اس حدیث کے متعلق علماء دیوبند کا فتویٰ:

کیونکہ خود مولانا طارق جمیل صاحب نے اور ان سے پہلے بھی علماء دیوبند میں سے مفتی محمود حسن گنگوہیؒ **(م ۱۴۱۷ھ)** نے واضح کیا تھا کہ اس عبارت میں لفظ " **صلاۃ** " ہے، جب " صلاۃ " کو اللہ تعالیٰ کی جانب منسوب کیا جاتا ہے، تو اس سے رحمت مراد ہوتی ہے، یہی حق تعالیٰ کی شان کے لائق ہے، یہ مراد نہیں کہ اللہ تعالیٰ رفع الیدین کر کے تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھیں گے۔ **(فتویٰ محمودیہ: ۸/ ۲۰۳)**

اسکین ملاحظہ فرمائیے:


فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون

فتاویٰ محمودیہ

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ

تبویب، تخریج اور تعلیق

زیر سرپرستی

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم

زیر نگرانی

دار الافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی

جب علماء دیوبند یہ کہہ رہے ہیں کہ ہمارے نزدیک اس روایت میں " صلّٰی " کا معنیٰ نماز نہیں ہے، بلکہ درود پڑھنا اور رحمت بھیجنا ہے، لیکن اس کے باوجود بھی غیر مقلدین اور بریلویوں نے یہ کہہ فتویٰ لگا دیا کہ مولانا نے کہا کہ اللہ نے رسول اللہ ﷺ کا جنازہ پڑھا اور " **صلّٰی** " کی ساری وضاحت عوام سے چھپالی۔ یہ تعصب نہیں تو اور کیا ہے؟

نیز مولانا نے یہ بھی وضاحت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ لا مکان اور لا زمان ہے، لہٰذا اس کا جنازہ پڑھنا وہ جانے اور اس کا رسول جانے، یعنی مولانا نے **"صلاۃ"** کی کیفیت سے لاعلمی ظاہر کی، اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کیسے آپ ﷺ کا جنازہ پڑھیں گے، یہ اللہ ہی جانتا ہے۔[7] اس کے بعد بھی اگر کوئی جھوٹ بول کر بدنام کرنا چاہتا ہے، تو اس کا کیا علاج؟

کچھ اور اہم باتیں:

آپ ﷺ کی صلاۃ جنازہ عام لوگوں کی طرح نہیں تھی، بلکہ آپ ﷺ کے صلاۃِ جنازہ کی چند خصوصیات تھیں:

۱- آپ ﷺ کے جنازہ کی نماز بغیر کسی امام کے علیحدہ علیحدہ ہوئی۔ چنانچہ، امام سعید بن المسیبؒ **(م ۹۴ھ)** فرماتے ہیں کہ **"لما توفی رسول اللہ ﷺ وضع علی سریرہ فکان الناس یدخلون علیہ زمرا یصلون علیہ ویخرجون ولم یؤمھم أحد"** جب حضور ﷺ کی وفات ہوئی، تو آپ ﷺ کو چارپائی پر رکھ دیا گیا، لوگ جماعت کی شکل میں آپ کے پاس آتے تھے، آپ ﷺ کی صلاۃِ جنازہ پڑھتے تھے، اس حال میں کہ ان کا کوئی امام نہیں ہوتا تھا۔ **(طبقات ابن سعد: جلد ۲: صفحہ ۲۲۱**، واسنادہ **صحیح** علی شرط البخاری) **اسکین ملاحظہ فرمائیے:**



لِمُحَمَّد بن سَعْد بن منيع الهَاشِمي البَصْري
المَعْرُوف بابن سَعْد

الجزء الثاني

في ذكر مغازي رسول الله، ﷺ، وسراياه، وفي مرض النبي، ﷺ، ووفاته ودفنه والمراثي، وذكر من كان يفتي بالمدينة، وجمع القرآن من أصحاب رسول الله ﷺ على عهده وبعده، وذكر من كان يفتي بالمدينة بعد أصحاب الرسول ﷺ من المهاجرين والأنصار

دراسة وتحقيق
محمد عبد القادر عطا

منشورات
محمد علي بيضون
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

أكفَّنَ فيها، فحبسها ما حبسها ثمّ قال: لو كان فيها خيرٌ لأثر الله بها نبيّه، لا حاجة لي فيها، قال: فعجب النّاسُ من رأيه الأوّل ومن رأيه الآخر.

أخبرنا وكيع بن الجرّاح عن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة قالت: لم يكُنْ في كَفَنِ رسول الله، ﷺ، عمامة.

أخبرنا عارم بن الفضل، أخبرنا حمّاد بن زيد عن أيّوب قال أبو قِلابة: ألا تعجبُ من اختلافهم علينا في كَفَن رسول الله، ﷺ؟.

* * *

ذكر حَنوط النبيّ، ﷺ

أخبرنا عبد الوهّاب بن عطاء العِجْليّ قال: أخبرنا عوف عن الحسن: أنّ رسول الله، ﷺ، حُنّط.

أخبرنا حُميد بن عبد الرحمن الرّؤاسي عن الحسن بن صالح عن هارون بن سعد قال: كان عند عليّ مِسْك فأوصى أن يحنّط به، قال وقال عليّ: هو فضل حَنوط رسول الله، ﷺ.

أخبرنا عبيدالله بن موسى قال: أخبرنا إسرائيل عن جابر قال: سألت محمّد بن عليّ، يعني أبا جعفر، قلتُ: أحنّط رسول الله، ﷺ؟ قال: لا أدري.

* * *

ذكر الصلاة على رسول الله، ﷺ

أخبرنا عبد الوهّاب بن عَطَاء العِجْليّ قال: أخبرنا عَوْف عن الحسن قال: غسلوه وكفّنوه وحنّطوه، ﷺ، ثمّ وُضِع على سرير فأدخل عليه المسلمون أفواجاً يقومون يصلّون عليه ثمّ يُخْرَجون ويُدخل آخَرون حتى صلّوا عليه كلّهم.

أخبرنا أبو بكر بن عبدالله بن أبي أويس وخالد بن مَخْلَد البَجَليّ عن سليمان بن بلال عن عبد الرحمن بن حرملة أنّه سمع سعيدَ بن المسيّب يقول: لمّا تُوفّي رسول الله، ﷺ، وُضع على سريره فكان النّاس يدخلون عليه زُمَراً يصلّون عليه ويَخْرجون ولم يؤمّهم أحدٌ.

أخبرنا معن بن عيسى، أخبرنا مالك بن أنس أنّه بلغه: أنّ رسول الله، ﷺ، لمّا توفّي صلّى عليه النّاسُ أفْذاذاً لا يؤمّهم أحدٌ.

۲۲۰

---

[7] تفصیل کے لئے دیکھئے: https://ulamaehaqulamaedeoband.wordpress.com/2017/12/26/ulama-e-deoband-/maulana-tariq-jameel-db-par-aiteraaz-kya-allah-ne-huzur-saw-ka-janaaza-pardha-ka-jawaab

یہی وجہ ہے کہ:

۱- امام ابن عبد البرؒ (م ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

"أما صلاة الناس عليه أفذاذا، فمجتمع عليه عند أهل السير وجماعة أهل النقل لا يختلفون فيه"

نبی ﷺ کا جنازہ انفرادی طور پر ادا کیا گیا، سیرت نگار اور اہل نقل کی جماعت اس پر متفق ہے، اس میں ان کا کوئی اختلاف نہیں ۔ **(التمهيد لابن عبد البر: جلد ۲۴: صفحہ ۳۹۷)** اسکین ملاحظہ فرمائیں:

التمهيد
لما في الموطأ من المعاني والأسانيد

تأليف
الإمام الحافظ أبي عمر يوسف بن عبد الله
ابن محمد بن عبد البر النمري القرطبي
(368 - 463هـ)

الجزء الرابع والعشرون

تحقيق
سعيد أحمد أعراب

1411هـ - 1991م

وحدثنا عبد الوارث، قال حدثنا قاسم، قال حدثنا أحمد بن زهير، قال حدثني أبي، قال حدثنا عبدة بن سليمان، عن محمد بن إسحاق، عن فاطمة بنت محمد بن عمارة، عن عمرة، عن عائشة ـ فذكره.

وأما صلاة الناس عليه أفذاذا، فمجتمع عليه عند أهل السير وجماعة أهل النقل لا يختلفون فيه، وقد ذكرناه عن ابن شهاب أيضا في هذا الباب؛ وهو محفوظ في حديث سالم بن عبيد الأشجعي صاحب رسول الله ﷺ، وهو الحديث الطويل في مرضه ووفاته ﷺ؛ أخبرناه عبد الوارث بن سفيان، حدثنا قاسم بن أصبغ، قال حدثنا محمد بن العباس الكابلي، قال حدثنا عاصم بن علي، قال حدثنا إسحاق بن يوسف الأزرق، عن سلمة بن نبيط، عن نعيم بن أبي هند، عن نبيط بن شريط ـ وكان قد أدرك النبي ﷺ ـ عن سالم بن عبيد ـ وكان من أهل الصفة ـ فذكر الحديث؛ قال فيه: فلما توفي رسول الله ﷺ كانوا قوما أميين ولم يكن فيهم نبي قبله، قال عمر: لا يتكلمن بموته أحد إلا ضربته بسيفي هذا، فقالوا لي: اذهب إلى صاحب رسول الله ﷺ فادعه ـ يعني أبا بكر، قال: فذهبت أمشي فوجدته في المسجد، فأجهشت؛ فقال لي: لعل رسول الله ﷺ توفي، فقلت: إن عمر قال: لا يتكلمن بموته أحد إلا ضربته بسيفي هذا؛ قال: فأخذ بساعدي ثم أقبل يمشي حتى دخل بيته، فأكب على رسول الله ﷺ حتى كاد وجهه يمس وجه رسول الله ﷺ حتى استبان له أنه قد توفي، فقال: (إنك ميت وإنهم ميتون)، (4) قالوا: ياصاحب رسول الله،

(4) الآية 30 ـ سورة الزمر.

397

۱۱- امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) فرماتے ہیں کہ:

"صلّى الناس على رسول الله ﷺ أفراداً لا يؤمهم أحد"

صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کی جنازہ کی نماز اکیلے اکیلے ادا کی کسی نے بھی انکی امامت نہیں کی۔ **(الام: ۱/ ۲۷۵)**

اسکین:

الأم

تأليف الإمام أبي عبد الله

محمد بن إدريس الشافعي

١٥٠ — ٢٠٤

الجزء الأول

أشرف على طبعه وباشر تصحيحه

محمد زهري النجار

من علماء الأزهر

[تنبيه : قد جعلنا مختصر المزني آخر الكتاب تعميما للفائدة]

دار المعرفة

للطباعة والنشر

بيروت - لبنان

— ٢٧٥ —

وقد يجعلونه فى الصندوق ويفضون به إلى الكافور ، ولست أحب هذا ولا شيئا منه ولكن يصنع به كما يصنع باهل الإسلام ثم يغسل، والكفن والحنوط والدفن ،فإنه صائر إلى الله جل وعز والكرامة له برحمة الله تعالى والعمل الصالح (قال) وبلغنى أنه قيل لسعد بن أبى وقاص : نتخذ لك شيئا كأنه الصندوق من الخشب ، فقال : اصنعوا بى ماصنعتم برسول الله صلى الله عليه وسلم انصبوا علىّ اللبن وأهيلوا علىّ التراب .

باب الصلاة على الميت

(قال الشافعى) رحمه الله تعالى إذا حضر الولى الميت أحببت أن لا يصلى عليه إلا بأمر وليه لأن هذا من الأمور الخاصة التى أرى الولى أحق بها من الوالى والله تعالى أعلم، وقد قال بعض من له علم : الوالى أحق، وإذا حضر الصلاة عليه أهل القرابة فأحقهم به الأب والجد من قبل الأب ثم الولد وولد الولد ثم الأخ للأب والأم ثم الأخ للأب ثم أقرب الناس من قبل الأب وليس من قبل الأم لأنه إنما الولاية للعصبة فإذا استوى الولاة فى القرابة وتشاحوا وكل ذى حق فأحبهم إلىّ أسنهم ، إلا أن تكون حاله ليست محمودة فكان أفضلهم وأفقههم أحب إلىّ، فإن تقاربوا فأسنهم فإن استووا وقلما يكون ذلك فلم يصطلحوا أقرع بينهم ، فأيهم خرج سهمه ولى الصلاة عليه (قال) والحر من الولاة أحق بالصلاة عليه من المملوك ولا بأس بصلاة المملوك على الجنازة ، وإذا حضر رجل ولى أو غير ولى مع نسوة (١) بعلا رجلا ميتاً أو امرأة فهو أحق بالصلاة عليها من النساء إذا عقل الصلاة وإن لم يبلغ مملوكا كان أو حرا فإن لم يكن يعقل الصلاة صلين على الميت صفا منفردات ، وإن أمتهن إحداهن وقامت وسطهن لم أر بذلك بأسا ، فقد صلى الناس على رسول الله ﷺ أفرادا لا يؤمهم أحد وذلك لعظم أمر رسول الله ﷺ وتنافسهم فى أن لا يتولى الإمامة فى الصلاة عليه واحد وصلوا عليه مرة بعد مرة ، وسنة رسول الله ﷺ فى الموتى والأمر المعمول به إلى اليوم أن يصلى عليهم بإمام ولو صلى عليهم أفراداً أجزأهم الصلاة عليهم إن شاء الله تعالى ، وأحب أن تكون الصلاة على الميت صلاة واحدة هكذا رأيت صلاة الناس لا يجلس بعد الفراغ منها لصلاة من فاتته الصلاة عليه ولو جاء ولىّ له ولا يخاف على الميت التغير فصلى عليه رجوت أن لا يكون بذلك بأس إن شاء الله تعالى (قال) وإن أحدث الإمام انصرف فتوضأ وكبر من خلفه ما بقى من التكبير فرادى لا يؤمهم أحد ، ولو كان فى موضع وضوئه قريبا فانتظروه فبنى على التكبير رجوت أن لا يكون بذلك بأس ولا يصلى على الجنازة فى مصر إلا طاهرا (قال) ولو سبق رجل ببعض التكبير لم ينتظر بالميت حتى يقضى تكبيره ولا ينتظر المسبوق الإمام أن يكبر ثانية ولكنه يفتتح لنفسه وقال بعض الناس : إذا خاف الرجل فى المصر فوت الجنازة تيمم وصلى وهذا لا يجيز التيمم فى المصر لصلاة نافلة ولا مكتوبة إلا لمريض زعم وهذا غير مريض ولا تعدو الصلاة على الجنازة أن تكون كالصلوات لا تصلى إلا بطهارة الوضوء وليس التيمم فى المصر للصحيح المطيق بطهارة أو تكون كالذكر فيصلى عليها إن شاء غير طاهر ، خاف الفوت أو لم يخف ، كما يذكر غير طاهر .

باب اجتماع الجنائز

(قال الشافعى) رحمه الله تعالى : لو اجتمعت جنائز رجال ونساء وصبيان وخناثى ، جعل الرجال مما يلى الإمام وقدم إلى الإمام أفضلهم ثم الصبيان يلونهم ثم الخناثى يلونهم ثم النساء خلفهم مما يلى القبلة وإن تشاح ولاة

(١) قوله : بعلا ، كذا فى النسخ، ولتحرر هذه اللفظة . كتبه مصححه .

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی نماز جنازہ انفرادی طور پر ادا کی گئی تھی۔

۲- آپ ﷺ کے جنازہ میں صرف دعا اور درود تھا:

چنانچہ، منتخب من مسند عبد بن حمید میں یہ روایت موجود ہے کہ جب صحابہؓ نے پوچھا کہ ہم حضور ﷺ کی جنازہ کی نماز کیسے پڑھیں؟

تو حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ:

"یدخل قوم فیکبرون ویصلون ویدعون، ثم یخرجون، ثم یدخل غیرھم"

ایک جماعت آپ ﷺ کے جسد اطہر کے پاس آئے اور درود اور دعاء کرے، پھر وہ چلی جائے، پھر دوسری جماعت آئے۔

(المنتخب من مسند عبد بن حمید: حدیث نمبر ۳۶۵، امام بوصیریؒ نے اس کی سند کو **صحیح** کہا ہے، **اتحاف خیرۃ المهرۃ: جلد ۲: صفحہ ۵۳۴)**

اسکین: المنتخب من مسند عبد بن حمید:



تحقيق وتعليق
أبي عبد الله مصطفى بن العدوي

الجزء الأول



٢٩٤ المنتخب من

٤٢ ـ سالم بن عبيد

٣٦٥ ـ حدثني محمد بن الفضل، ثنا عبد الله بن داود، قال: ذكر سلمة بن نبيط، عن نعيم بن أبي هند، عن نبيط بن شريط، عن سالم بن عبيد قال: مرض رسول الله ﷺ فأُغمي عليه، فأفاق فقال: «**أحضرت الصلاة؟**» قلنا: نعم. قال: «**مروا بلالاً فليؤذن، ومُروا أبا بكر فليصلِّ بالنَّاس**». ثم أغمي عليه فأفاق، فقال: «**أحضرت الصلاة؟**» قلنا: نعم. قال: «**مروا بلالاً فليؤذن، ومروا أبا بكر فليصلِّ بالناس**» ثم أُغمي عليه، فقالت عائشة: إن أبي رجل أسيف ـ أو: أسف ـ فلو أمر غيره. قال: ثم أفاق فقال: «**هل أقيمت الصلاة؟**» فقالوا: لا. فقال: «**مروا بلالاً فليقم، ومروا أبا بكر فليصل بالناس**». فقالت عائشة: إن أبي رجل أسيف، فلو أمرت غيره، فقال: «**إنكن صواحب يوسف، مُروا بلالاً فليؤذن ومُروا أبا بكر فليصلِّ بالناس**». فأقام بلال وتقدم أبو بكر، ثم إن رسول الله ﷺ افاق فقال: «**ابغوا لي من أعتمد عليه**». قال: فخرج يعتمد على بريدة وإنسان آخر حتى جلس إلى جنب أبي بكر، فأراد أن يتأخر فحبسه رسول الله ﷺ، فصلى أبو بكر بالناس، فلما قبض رسول الله ﷺ قال عمر: لا أسمع أحدًا يقول: إن رسول الله مات إلا

(٣٦٥) رجاله ثقات:

وفيه «نعيم بن أبي هند»: وقد وثقه النسائي، وقال أبو حاتم: صدوق. كما في «الميزان».

قال أبو حاتم: قيل لسفيان: لِم لَم تسمع من نعيم بن أبي هند؟ قال: كان يتناول عليًا رضي الله عنه.

ولكثير من ألفاظ الحديث شواهد قوية في الصحاح وغيرها، إلا أننا لم نقف عليه مطولاً هكذا.

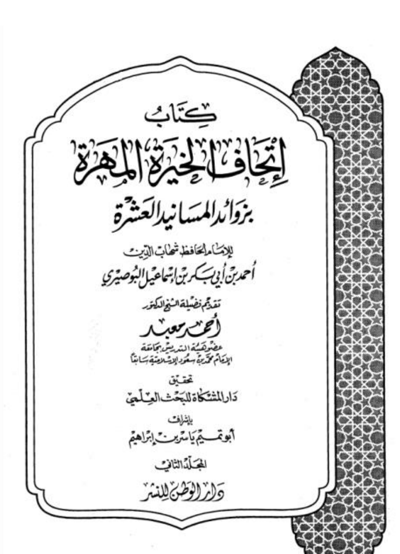
وقد عزاه المزي في «الأطراف» إلى الترمذي في «الشمائل» (٥٥ : ١٢) من طريق نعيم أيضًا، وإلى النسائي في الوفاة ـ «الكبرى» ـ من طريق سلمة بن نبيط أيضًا.

مسند عبد بن حميد ٢٩٥

ضربته بسيفي!. قال سالم بن عبيد: ثم أرسلوني فقالوا: انطلق إلى صاحب رسول الله ﷺ فادعه، قال: فأتيت أبا بكر وهو في المسجد وقد أدهشت، فقال لي أبو بكر: لعل رسول الله ﷺ مات؟! فقلت: إن عمر يقول: لا أسمع أحدًا يقول: إن رسول الله ﷺ مات إلا ضربته بسيفي. قال: فقام أبو بكر ﷺ فأخذ بساعدي فجئت أنا وهو، فقال: أوسعوا لي، فأوسعوا له، فانكبَّ على رسول الله ﷺ ومَسَّهُ ووضع يديه أو يده وقال: ﴿**إنك ميّت وإنهم ميتون**﴾ [الزمر: ٣٠] فقالوا: يا صاحب رسول الله، أمات رسول الله ﷺ؟ فقال: نعم.

فعلموا أنه كما قال، وكانوا أميِّين لم يكن فيهم نبي قبله، فقالوا: يا صاحب رسول الله، أنُصلِّي عليه؟ قال: نعم، قالوا: كيف نصلي عليه؟ قال: يدخل قوم فيكبِّرون ويصلون ويدعون، ثم يخرجون ثم يدخل غيرهم حتى يفرغوا. قالوا: يا صاحب رسول الله، أيُدفن؟ قال: نعم. قالوا: أين يُدفن؟ قال: في المكان الذي قبض فيه روحه، فإنه لم يقبض روحه إلا في مكان طيب. فعلموا أنه كما قال، قال: ثم خرج فأمرهم أن يغسله بنو أبيه قال: ثم خرج واجتمع المهاجرون يتشاورون، فقالوا: إن للأنصار في هذا الأمر نصيبًا، قال: فأتوهم، فقال قائل منهم: منَّا أمير ومنكم أمير للمهاجرين. فقام عمر فقال لهم: من له ثلاث مثل ما لأبي بكر؟ ثاني اثنين إذ هما في الغار من هما إذ يقول لصاحبه لا تحزن إن الله معنا، من هما؟ من كان الله ـ عز وجل ـ معهما؟ قال: ثم أخذ بيدي أبي بكر فبايعه وبايع الناس، وكانت بيعة حسنة جميلة.

اسکین: اتحاف خیرۃ المہرۃ:



[٢٠٤٨] وعن سالم بن عبيد قال: «مرض رسول الله ﷺ فأغمي عليه فأفاق فقال: حضرت الصلاة؟ قلنا: نعم. قال: مروا بلالا فليؤذن، ومروا أبا بكر فليصل بالناس. ثم أغمي عليه فأفاق فقال: أحضرت الصلاة؟ قلنا: نعم. قال: مروا بلالا فليؤذن، ومروا أبا بكر فليصل بالناس . ثم أغمي عليه فقالت عائشة: إن أبي رجل أسيف -أو أسف- فلو أمرت غيره. قال: ثم أفاق فقال: هل أقيمت الصلاة؟ قالوا: لا . قال: فمروا بلالا فليقم، ومروا أبا بكر فليصل بالناس. فقالت عائشة: إن أبي رجلٌ أسيف ، فلو أمرت غيره . فقال: إنكن صواحب يوسف، مروا بلالا فليؤذن ، ومروا أبابكر فليصل بالناس . فأقام بلال وتقدم أبوبكر، ثم إن رسول الله ﷺ أفاق فقال: ابغوا لي من أعتمد عليه . قال: فخرج يعتمد على بريرة وأناس أخر حتى جلس إلى جنب أبي بكر ، فأراد أن يتأخر فحبسه رسول الله ﷺ فصلى أبوبكر بالناس ، فلما قبض رسول الله ﷺ قال عمر: لا أسمع أحدًا يقول إن رسول الله ﷺ مات إلا ضربته بسيفي. قال سالم ابن عبيد: ثم أرسلوني فقالوا: انطلق إلى صاحب رسول الله ﷺ فادعه. قال: فأتيت أبا بكر وهو في المسجد وقد أدهشت، فقال لي أبو بكر: لعل رسول الله ﷺ مات. فقلت: إن عمر يقول: لا أسمع أحدًا يقول إن رسول الله ﷺ مات إلا ضربته بسيفي. قال: ثم قام أبوبكر فأخذ بساعدي فجئت أنا وهو فقال: أوسعوا لي . فأوسعوا له، فانكب على رسول الله ﷺ ومسه ووضع يديه - أو يده - وقال: إنك ميت وإنهم ميتون. فقالوا: يا صاحب رسول الله ، أمات رسول الله ﷺ؟ فقال: نعم . فعلموا أنه كما قال ، وكانوا أميين لم يكن فيهم نبي قبله . قالوا: يا صاحب رسول الله ﷺ ، أيصلى عليه؟ قال: نعم . قالوا: كيف يصلى عليه؟ قال: يدخل قوم فيكبرون ويصلون ويدعون ثم يخرجون ، ثم يدخل غيرهم حتى يفرغوا . قالوا: يا صاحب رسول الله ﷺ ، أيدفن؟ قال: نعم . قالوا: أين يدفن؟ قال: في المكان الذي قبض فيه روحه؛ فإنه لم تقبض روحه إلا في مكان طيب . فعلموا أنه كما قال ، ثم أمرهم أن يغسله بنو أبيه . قال: ثم خرج فاجتمع المهاجرون يتشاورون فقالوا: إن للأنصار في هذا الأمر نصيبًا . قال: فأتوهم . فقال قائل منهم: منا أمير ومنكم أمير للمهاجرين . فقام عمر فقال لهم: من له ثلاث مثل [ما لأبي][1] بكر: ثاني اثنين إذ هما في الغار [من هما][2] ؟ إذ يقول لصاحبه لا تحزن إن الله معنا، من هما؟ من كان الله -عز وجل- معهما ؟ قال: ثم أخذ بيد أبي بكر فبايعه وبايع الناس وكانت بيعة حسنة جميلة».

رواه عبد بن حميد[1] بسند صحيح .

وروى الترمذي في الشمائل[2]، وابن ماجه[3] قصة الصلاة فقط، ورواه النسائي في الكبرى[4] وابن خزيمة في صحيحه[5]، وأصله في الصحيحين[6] وغيرهما من حديث عائشة .

(١) في «الأصل»: أبي . والمثبت في المنتخب .
(٢) من المنتخب .

٥٢٣

(١) المنتخب(١٤٢-١٤٣ رقم ٣٦٥) .
(٢) (٣٠٨ رقم ٣٧٩) .
(٣) (١/٣٩٠ رقم ١٢٣٤) وقال ابن ماجه: هذا حديث غريب ، لم يحدث به غير نصر بن علي .
قلت: بل تابعه عليه كل من محمد بن الفضل عند عبد بن حمد ، والقاسم بن محمد بن عباد المهلبي وزيد بن أخزم الطائي ومحمد بن يحيى الأزدي عند ابن خزيمة ، ورواه النسائي من طريق آخر .
(٤) (٤/٢٦٣-٢٦٤ رقم ٧١١٩) .
(٥) (٣/٢٠ رقم ١٥٤١ ، ٣/٥٩-٦٠ رقم ١٦٢٤) .
(٦) البخاري(١/٣٦٢ رقم ١٩٨ وأطرافه في: ٦٦٤، ٦٦٥، ٦٧٩...) ومسلم(١/٣١١-٣١٥ رقم ٤١٨) .

٥٢٤

یہ روایت **المعجم الکبیر للطبرانی: جلد۷: صفحہ ۵۶، حدیث ۶۳۶۷** پر بھی موجود ہے، امام ہیثمیؒ اس کی سند کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس کے رجال ثقہ ہیں، **مجمع الزوائد: حدیث نمبر ۸۹۳۵۔**

اسکین: المعجم الکبیر للطبرانی:



٢٦٠هـ - ٣٦٠هـ

حققه وخرج احاديثه
حمدي عبدالمجيد السلفي

الجزء السابع

الناشر
مكتبة ابن تيمية

٦٣٦٧ ـ حدثنا معاذ بن المثنى ثنا مسدد ثنا عبدالله بن داود ثنا سلمة بن نبيط عن نعيم بن أبي هند عن نبيط بن شريط عن سالم بن عبيد قال أغمى على رسول الله صلى الله عليه وسلم في مرضه فأفاق فقال : « حضرت الصلاة ؟» فقلت نعم فقال : « مروا بلالا فليؤذن ومروا أبا بكر فليصل بالناس » فقالت عائشة رضي الله عنها ان أبي رجل أسيف فلو أمرت غيره فليصل بالناس ثم أغمي عليه فأفاق فقال : « هل حضرت الصلاة ؟ » قلت نعم ، قال : « مروا بلالا فليؤذن ومروا أبا بكر فليصل بالناس » فقالت عائشة ان أبي رجل أسيف فلو أمرت غيره فيصلي بالناس ، ثم أغمى عليه فأفاق فقال : « أقيمت الصلاة ؟» قلت نعم قال : « ائتوني بانسان اعتمد عليه » فجاء بريدة وانسان اخر فاعتمد عليهما فاتى المسجد فدخل وأبو بكر رضي الله عنه قائم يصلي بالناس ، فذهب أبو بكر يتنحى فمنعه رسول الله صلى الله عليه وسلم ، فأجلس الى جنب أبي بكر رضي الله عنه حتى فرغ من صلاته فقبض رسول الله صلى الله عليه وسلم ، فقال عمر رضي الله عنه لا أسمع رجلا يقول مات رسول الله صلى الله عليه وسلم الا ضربته بالسيف ، فأخذ بذراعي فاعتمد علي وقام يمشي حتى جئنا قال أو سعونا فاوسعوا له فاكبر عليه ومسه وقال (انك ميت وانهم ميتون) قالوا ياصاحب رسول الله مات رسول الله ؟ قال نعم ، فعلموا أنه كما قال ، قالوا يا صاحب رسول الله أنصلي على رسول الله صلى الله عليه وسلم ؟ قال نعم ، قالوا كيف نصلي عليه ؟ قال يدخل قوم فيكبرون ويدعون ويصلون ، ثم ينصرفون ويجيء اخرون حتى يفرغوا ، قالوا ياصاحب رسول

- ٦٥ -

الله أيدفن رسول الله صلى الله عليه وسلم ؟ قال نعم قالوا وأين يدفن ؟ قال حيث قبض فان الله تعالى لم يقبضه الا في بقعة طيبة ، فعلموا أنه كما قال ثم قام فقال عندكم صاحبكم فأمرهم يغسلونه ثم خرج واجتمع المهاجرون يتشاورون فقالوا انطلقوا الى اخواننا من الانصار فان لهم في هذا الامر نصيبا ، فانطلقوا فقال رجل من الانصار منا أمير ومنكم أمير ، فأخذ عمر بيد أبي بكر رضي الله عنهما فقال أخبروني من له هذه الثلاثة (ثاني اثنين اذهما في الغار) من هما ؟ (اذ يقول لصاحبه لا تحزن) من صاحبه ؟ (ان الله معنا) فأخذ بيد أبي بكر رضي الله عنه فضرب عليها وقال للناس بايعوه ، فبايعوه بيعة حسنة جميلة ·

٦٣٦٨ ـ حدثنا أحمد بن خليد الحلبي ثنا محمد بن عيسى الطباع ثنا أبو عوانة عن منصور عن هلال بن يساف عن سالم بن عبيد قال كنا مع النبي صلى الله عليه وسلم فعطس فقال ،سلام عليكم فقال النبي صلى الله عليه وسلم : « وعلى أمك » ثم قال : « اذا عطس أحدكم فليقل الحمد لله رب العالمين كثيرا أو الحمد لله على كل حال ، وليقل من عنده يرحمك الله ،وليرد عليهم يغفر الله لي ولكم » ·

٦٣٦٩ ـ حدثنا بشر بن موسى ثنا يحيى بن اسحاق السيلحيني ثنا أبو عوانة عن منصور عن هلال بن يساف عن رجل قال كنا مع سالم بن عبيد في سفر فعطس رجل فقال السلام عليكم فقال له

٦٣٦٨ ـ ورواه احمد ٦/٧ـ٨ وابو داود ٥٠١٠ والترمذي ٢٨٨٤ وقال هذا حديث اختلفوا في روايته عن منصور وقد ادخلوا بين هلال بن يساف وبين سالم رجلا · وانظر تحفة الاحوذي ٨/١٣ـ١٤ وعون المعبود ١٣/٣٧٤ ·

- ٦٦ -

اسکین: مجمع الزوائد:



تأليف
الحافظ نور الدين علي بن أبي بكر بن سليمان
الهيثمي المصري
المتوفى سنة ٨٠٧هـ

تحقيق
محمد عبد القادر أحمد عطا

الجزء الخامس

منشورات
محمد علي بيضون
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

الْعَبَّاسَ»، ثم قال: «مُرُوا أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ»، فقالت عائشة لحفصة: قولى له: إن أبا بكر رجل إذا قام ذلك المقام بكى، قال: «مُرُوا أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ»، فقام فصلى، فوجد النبى ﷺ فى نفسه خفة، فجاء فنكص أبو بكر، فأراد أن يتأخر، فجلس إلى جنبه، ثم اقتدى(1).

رواه أحمد، والطبرانى، والبزار باختصار كثير، وأبو يعلى أتم منهم، وفيه قيس بن الربيع، وثقه شعبة والثورى، وبقية رجاله ثقات.

٨٩٣٢ - وعن سهل بن سعد، قال: كان كون من الأنصار، فأتاهم رسول الله ﷺ ليصلح بينهم، ثم رجع وقد أقيمت الصلاة، وأبو بكر يصلى بالناس، فصلى رسول الله ﷺ خلف أبى بكر، رضى الله عنه(2).

رواه الطبرانى، وهو فى الصحيح، خلا قوله: فصلى رسول الله ﷺ خلف أبى بكر، وفى إسناد الطبرانى عبد الله بن جعفر بن نجيح، وهو ضعيف جدًا.

٨٩٣٣ - وعن أنس، قال: لما مرض رسول الله ﷺ مرضه الذى توفى فيه، أتاه بلال يؤذنه بالصلاة، فقال بعد مرتين: «يَا بِلالُ، قَدْ بَلَّغْتَ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُصَلِّ، وَمَنْ شَاءَ فَلْيَدَعْ»، فرجع إليه بلال، فقال: بأبى أنت وأمى، من يصلى؟ قال: «مُرُوا أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ»(3).

رواه أحمد، وفيه سفيان بن حسين، وهو ضعيف فى الزهرى، وهذا من حديثه عنه.

٨٩٣٤ - وعن بريدة، قال: مرض رسول الله ﷺ، فقال: «مُرُوا أَبَا بَكْرٍ يُصَلِّى بِالنَّاسِ»، فقالت عائشة: يا رسول الله، إن أبى رجل رقيق، فقال: «مُرُوا أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ، فَإِنَّكُنَّ صَوَاحِبَاتُ يُوسُفَ»، فأم أبو بكر الناس والنبى ﷺ حى(4).

رواه أحمد، ورجاله رجال الصحيح.

٨٩٣٥ - وعن سالم بن عبيد، وكان من أصحاب الصفة، قال: أغمى على رسول الله ﷺ فى مرضه، فأفاق فقال: «حضرت الصلاة؟»، قلنا: نعم، قال: «مروا بلالاً

(1) أخرجه الإمام أحمد فى المسند (١/٢٠٩)، وأورده المصنف فى زوائد المسند برقم (٢٣٤٨).
(2) أخرجه الطبرانى فى الكبير برقم (٥٨١٦).
(3) أخرجه الإمام أحمد فى المسند (٣/٢٠٢)، وأورده المصنف فى زوائد المسند برقم (٢٣٥٠).
(4) أخرجه الإمام أحمد فى المسند (٥/٣٦١)، وأورده المصنف فى زوائد المسند برقم (٢٣٥١).

فليؤذن، ومروا أبا بكر فليصل بالناس»، فقالت عائشة، رضى الله عنها: إن أبى رجل أسيف، فلو أمرت غيره فليصل بالناس، ثم أغمى عليه، فأفاق فقال: «هل حضرت الصلاة؟»، قلت: نعم، قال: «مروا بلالاً فليؤذن، ومروا أبا بكر فليصل بالناس»، فقالت عائشة، رضى الله عنها: إن أبى رجل أسيف، فلو أمرت غيره فليصل بالناس، ثم أغمى عليه، فأفاق فقال: «أقيمت الصلاة؟»، قلنا: نعم، قال: «ائتونى بإنسان أعتمد عليه»، فجاءه بريدة وإنسان آخر، فاعتمد عليهما، فأتى المسجد فدخله وأبو بكر، رضى الله عنه، يصلى بالناس، فذهب أبو بكر يتنحى، فمنعه رسول الله ﷺ وأجلس إلى جنب أبى بكر حتى فرغ من صلاته، فقبض رسول الله ﷺ فقال عمر: لا أسمع أحدًا يقول: مات رسول الله ﷺ إلا ضربته بالسيف، فأخذ أبو بكر بذراعى، فاعتمد علىَّ وقام يمشى حتى جئنا، فقال: أوسعوا، فأوسعوا له، فأكب عليه ومسه، قال: ﴿إنك ميت وإنهم ميتون﴾ [الزمر: ٣٠]، قالوا: يا صاحب رسول الله ﷺ مات رسول الله ﷺ؟ قال: نعم، فعلموا أنه كما قال، قالوا: يا صاحب رسول الله ﷺ أنصلى على رسول الله ﷺ؟ قال: نعم، يدخل قوم فيكبرون ويدعون ويصلون ثم ينصرفون، ويجىء آخرون حتى يفرغوا، قالوا: يا صاحب رسول الله ﷺ أيدفن رسول الله ﷺ؟ قال: نعم، قالوا: وأين يدفن؟ قال: حيث قبض، فإن الله تبارك وتعالى لم يقبضه إلا فى بقعة طيبة، فعلموا أنه كما قال، ثم قام فقال: عندكم صاحبكم، فأمرهم يغسلونه، ثم خرج واجتمع المهاجرون يتشاورون، فقالوا: انطلقوا إلى إخواننا من الأنصار، فإن لهم فى هذا الأمر نصيبًا، فانطلقوا، فقال رجل من الأنصار: منا أمير ومنكم أمير، فأخذ عمر، رضى الله عنه، بيد أبى بكر، فقال: أخبرونى من له هذه الثلاث؟ ﴿ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا﴾ [التوبة: ٤٠]، فأخذ بيد أبى بكر فضرب عليها، وقال للناس: بايعوه، فبايعوه بيعة حسنة جميلة.

قلت: روى ابن ماجه بعضه. رواه الطبرانى، ورجاله ثقات.

٨٩٣٦ - وعن عبد الله، يعنى ابن مسعود، قال: لما قبض رسول الله ﷺ، قالت الأنصار: منا أمير ومنكم أمير، فأتاهم عمر، فقال: يا معشر الأنصار، ألستم تعلمون أن رسول الله ﷺ أمر أبا بكر أن يصلى بالناس؟ فأيكم تطيب نفسه أن يتقدم أبا بكر؟ قالوا: نعوذ بالله أن نتقدم أبا بكر.

معلوم ہوا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نماز جنازہ عام لوگوں کی جنازہ کی نماز کی طرح نہیں تھی، بلکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی جنازہ میں صرف درود اور دعا تھی، نہ کہ ۴ تکبیر، ہاتھ باندھنا اور ثناء وغیرہ کا پڑھنا۔

نیز طبقات ابن سعد کی ایک روایت میں یہ تفصیل بھی موجود ہے کہ حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ نے صحابہؓ کی ایک جماعت کے ساتھ حضور ﷺ کے جنازہ میں یہ دعا کی کہ:

السلام علیک أیها النبی و رحمة اللہ و برکاته۔ اللهم إنا نشهد أن قد بلغ ما أنزل إلیه و نصح لأمته و جاهد فی سبیل اللہ حتی أعز اللہ دینه و تمت کلماته فآمن به وحده لا شریک له، فاجعلنا یا إلٰهنا ممن یتبع القول الذی أنزل معه و اجمع بیننا و بینه حتی یعرفنا و نعرفه فإنه کان بالمؤمنین رؤف رحیما، لا نبتغی بالایمان بدلا و لا نشتری به ثمنا أبداً۔

"اے اللہ کے نبی (ﷺ)! آپ پر سلامتی اور اللہ کی رحمتیں اور برکاتیں ہوں۔

اے اللہ! ہم لوگ گواہی دیتے ہیں کہ جو کچھ آپ (ﷺ) پر نازل کیا گیا، آپ نے اس سے پہنچادیا، اپنی امت کی خیر خواہی کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا، یہاں تک کہ اللہ نے اپنے دین کو غالب کیا اور اسکے دین کا بول بالا ہوا، پس اسی پر ایمان لائے جو احد ہے اسکا کوئی شریک نہیں، اے اللہ! ہم کو ان لوگوں میں سے بنا جنہوں نے اس قول کی اتباع کی جن کو ان کے ساتھ اتارا گیا، ہمیں اور آپ ﷺ کو اس طرح جمع کر دے کہ آپ ہمیں پہچان لیں اور ہم آپ کو پہچان لیں، بے شک آپ ﷺ مومنین کے ساتھ بڑے مہربان اور رحم کرنے والے تھے، ہم اپنے ایمان کا کوئی بدل اور قیمت کبھی قبول نہیں کریں گے"۔

نیز اس روایت میں ذکر ہے کہ ایک جماعت کے بعد دوسری جماعت بھی اسی طرح جنازہ میں دعا و درود کہتی رہی، یہاں تک کہ سارے مرد نے جنازہ پڑھا، پھر عورتوں نے اور پھر بچوں نے۔ (**طبقات ابن سعد: جلد ۲: صفحہ ۲۲۱، واسنادہ ضعیف**)



لمحمد بن سعد بن منيع الهاشمي البصري
المعروف بابن سعد

الجزء الثاني

في ذكر مغازي رسول الله ﷺ، وسراياه، وفي مرض النبي ﷺ، ووفاته ودفنه والمراثي، وذكر من كان يفتي بالمدينة، وجمع القرآن من أصحاب رسول الله ﷺ على عهده وبعده، وذكر من كان يفتي بالمدينة بعد أصحاب الرسول ﷺ من المهاجرين والأنصار

دراسة وتحقيق
محمد عبد القادر عطا

منشورات
محمد علي بيضون
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

أخبرنا يعقوب بن إبراهيم بن سعد الزهريّ عن أبيه عن صالح عن كيسان عن ابن شهاب قال: وُضع رسول الله، ﷺ، على سرير فجعل المسلمون يدخلون أفواجاً فيصلّون عليه ويسلّمون لا يؤمّهم أحدٌ.

أخبرنا الحَكَم بن موسى، أخبرنا عبد الرزّاق بن عمر الثّقفي عن الزهريّ قال: بلغنا أنّ النّاس كانوا يدخلون أفواجاً فيصلّون على رسول الله، ﷺ، ولم يؤمّهم في الصلاة عليه إمامٌ.

أخبرنا عفّان بن مسلم والأسود بن عامر قالا: أخبرنا حمّاد بن سَلَمة قال: أخبرنا أبو عِمْران الجَوْنيّ، أخبرنا أبو عَسيم شهد ذلك قال: لمّا قُبض رسول الله، ﷺ، قالوا: كيف نصلّي عليه؟ قالوا: ادخلوا من ذا الباب أرْسالاً أرسالاً فصلّوا عليه واخرجوا من الباب الآخر.

أخبرنا هاشم بن القاسم، أخبرنا صالح المُرّيّ، أخبرنا أبو حازم المَدَنيّ قال: إنّ النبيّ، ﷺ، حيث قبضه الله دخل المهاجرون فَوْجاً فوجاً يصلّون عليه ويخرجون ثمّ دخلت الأنصارُ على مِثْل ذلك ثمّ دخل أهلُ المدينة، حتّى إذا فرغت الرجالُ دخلت النساءُ فكان منهنّ صَوْتٌ وجزعٌ لبعضِ ما يكون منهنّ، فسمعن هَدّةً في البيت فَفَرِقْنَ فَسَكَتْنَ، فإذا قائلٌ يقول: في الله عَزاءٌ عن كلّ هالك وعوَضٌ من كلّ مُصيبة وخَلَفٌ من كلّ ما فات، والمجبورُ مَن جبرَه الثوابُ والمُصاب مَن لم يجبره الثوابُ!.

أخبرنا محمد بن عمر، حدّثني أُبَيّ بن عبّاس بن سهل بن سعدالساعديّ عن أبيه عن جدّه قال: لمّا توفّي رسول الله، ﷺ، وُضع في أكفانه ثمّ وُضع على سريره فكان النّاسُ يصلّون عليه رُفقاً ولا يؤمّهم عليه أحدٌ، دخل الرجال عليه ثمّ النساء.

أخبرنا محمد بن عمر، حدّثني عبد الحميد بن عمران بن أبي أنس عن أبيه عن أمّه قالت: كنتُ في مَن دخل على النبيّ، ﷺ، وهو على سريره فكُنّا صفوفاً نِساءً نقوم فندعو ونصلّي عليه، ودُفِنَ ليلةَ الأربعاء.

أخبرنا محمد بن عمر، حدّثني موسى بن محمد بن إبراهيم بن الحارث التّيميّ قال: وجدتُ هذا في صحيفةٍ بخطّ أبي فيها: لمّا كُفّن رسول الله، ﷺ، ووُضع على سريره دخل أبو بكر وعمر فقالا: السلامُ عليك أيّها النبيّ ورَحمة الله وبركاته! ومعهما نَفَرٌ من المهاجرين والأنصار قَدْرَ ما يَسَعُ البَيْتُ، فسلّموا كما سلّم أبو بكر وعمر وصفّوا

٢٢١

صُفوفاً لا يؤمّهم عليه أحدٌ، فقال أبو بكر وعمر، وهُما في الصفّ الأوّل حِيالَ رسول الله، ﷺ،: اللّهمّ إنّا نَشهد أن قد بَلّغ ما أُنزل إليه ونَصح لأمّته وجاهد في سبيل الله حتّى أعزّ الله دينَه وتمّت كلماتُه فآمن به وحده لا شريكَ له، فاجعلْنا يا إلَهَنا مِمّن يتبع القولَ الّذي أُنزل معه واجمع بيننا وبينه حتّى يَعرفنا ونَعرفه فإنّه كان بالمؤمنين رؤوفاً رحيماً، لا نبتغي بالإيمان بدلاً ولا نشتري به ثمناً أبداً، فيقول النّاس: آمين آمين! ثمّ يخرجون ويدخل آخرون حتّى صلّوا عليه، الرجال ثمّ النساء ثمّ الصّبْيان، فلمّا فرغوا من الصلاة تكلّموا في موضع قبره.

أخبرنا محمد بن عمر، حدّثني ابن أبي سَبْرة عن عبّاس بن عبدالله بن معبد عن أبيه عن عبدالله بن عبّاس قال: أوّل مَن صلّى عليه، يعني النبيّ، ﷺ، العبّاس بن عبد المطّلب وبنو هاشم ثمّ خرجوا ثمّ دخل المهاجرون والأنصار ثمّ النّاس رُفقاً رُفقاً، فلمّا انقضى النّاس دخل عليه الصبيانُ صفوفاً ثمّ النساء.

أخبرنا محمد بن عمر، أخبرنا محمد بن عبدالله عن الزهريّ عن عروة عن عائشة مثل حديث ابن أبي سَبْرة.

أخبرنا محمد بن عمر، حدّثني ابن أبي سَبْرة عن عبّاس بن عبدالله بن مَعْبَد عن عِكْرِمة عن ابن عبّاس قال: كان رسول الله، ﷺ، على سريره من حين زاغت الشمسُ يومَ الاثنين إلى أن زاغت الشمس يومَ الثلاثاء، فصلّى النّاس على سريره يلي شفيرَ قبره، فلمّا أرادوا يقبرونه نَحّوا السريرَ قِبَلَ رِجْلَيه وأُدخل من هناك ودخل في حُفْرته العبّاس بن عبد المطّلب والفضل بن عبّاس وقُثَم بن العبّاس وعَليّ بن أبي طالب وشُقْران.

أخبرنا محمد بن عمر، حدّثني عبدالله بن محمد بن عمر بن عليّ بن أبي طالب عن أبيه عن جدّه عن عليّ قال: لمّا وُضع رسولُ الله، ﷺ، على السرير قال عليّ: ألا يقوم عليه أحدٌ لعلّه يؤمّ؟ هو إمامُكم حَيّاً وميّتاً! فكان يدخلُ النّاس رَسَلاً رسلاً فيصلّون عليه صَفّاً صفّاً ليس لهم إمام ويكبّرون وعليّ قائم بحيال رسول الله، ﷺ، يقول: سلامٌ عليك أيّها النبيّ ورحمة الله وبركاته! اللّهمّ إنّا نَشهد أن قد بَلّغ ما أُنزل إليه ونصح لأمّته وجاهد في سبيل الله حتى أعزّ الله دينَه وتمّت كلمتُه! اللّهمّ فاجعلنا ممّن يَتّبع ما أنزل اللهُ إليه وثَبّتنا بَعده واجمع بيننا وبينه! فيقول النّاس: آمين آمين! حتى صلّى عليه الرجال ثمّ النساء ثمّ الصبيان.

٢٢٢

امام نوویؒ (م ۶۷۶ھ) فرماتے ہیں کہ:

"الصحیح الذی علیه الجمهور أنهم صلوا علیه فرادیٰ فکان یدخل فوج یصلون فرادیٰ ثم یخرجون ثم یدخل فوج آخر فیصلون کذلک ثم دخلت النساء بعد الرجال ثم الصبیان"

اس بارے میں صحیح موقف جمہور علماء کا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے حضور ﷺ کی نمازِ جنازہ انفرادی طور پر پڑھی تھی، (اور جنازہ میں بھی محض دعاء پر اتقاء کیا تھا) چنانچہ ایک جماعت حجرۂ شریفہ میں داخل ہوتی اور انفرادی طور پر جنازہ کی نماز پڑھ کر حجرہ سے باہر آجاتی، پھر دوسرا گروہ داخل ہوتا اور اُسی طرح وہ نماز پڑھتے (یعنی صرف دعا پر اکتفاء کرتے) پھر مردوں کے بعد عورتوں کی جماعت داخل ہوئی، پھر بچوں کی۔ **(شرح مسلم: جلد۷: صفحہ ۳۶)**

اسکین:

٣٦ الأمر بتسوية القبر

فَسُوِّيَ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُ بِتَسْوِيَتِهَا **حدثنا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ الآخَرَانِ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي الْهَيَّاجِ الأَسَدِيِّ قَالَ قَالَ لِي عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ أَلَا أَبْعَثُكَ عَلَى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا تَدَعَ تِمْثَالًا إِلَّا طَمَسْتَهُ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهُ. وَحَدَّثَنِيهِ أَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ حَدَّثَنَا

الراء وعن بعضهم بفتح الدال وعن بعضهم بالشين المعجمة وفى رواية أبى داود فى السنن بذال معجمة وسين مهملة وقال هى جزيرة بأرض الروم قال القاضى عياض رضى الله عنه ذكر مسلم رضى الله عنه تكفين النبى صلى الله عليه وسلم واقباره ولم يذكر غسله والصلاة عليه ولا خلاف أنه غسل واختلف هل صلى عليه فقيل لم يصل عليه أحد أصلا وانما كان الناس يدخلون أرسالا يدعون و ينصرفون واختلف هؤلاء فى علة ذلك فقيل لفضيلته فهو غنى عن الصلاة عليه وهذا ينكسر بغسله وقيل بل لانه لم يكن هناك امام وهذا غلط فان امامة الفرائض لم تتعطل و لأن بيعة أبى بكر كانت قبل دفنه وكان امام الناس قبل الدفن والصحيح الذى عليه الجمهور أنهم صلوا عليه فرادى فكان يدخل فوج يصلون فرادى ثم يخرجون ثم يدخل فوج آخر فيصلون كذلك ثم دخلت النساء بعد الرجال ثم الصبيان وانما أخروا دفنه صلى الله عليه وسلم من يوم الاثنين الى ليلة الاربعاء أواخر نهار الثلاثاء للاشتغال بأمر البيعة ليكون لهم امام يرجعون الى قوله ان اختلفوا فى شىء من أمور تجهيزه ودفنه و ينقادون لامره لئلا يؤدى الى النزاع واختلاف الكلمة وكان هذا أهم الأمور والله أعلم . قوله ﴿يأمر بتسويتها﴾ وفى الرواية الأخرى ولا قبرا مشرفا الا سويته . فيه أن السنة أن القبر لا يرفع على الارض رفعاً كثيراً ولا يسنم بل يرفع نحو شبر و يسطح وهذا مذهب الشافعى ومن وافقه ونقل القاضى عياض عن أكثر العلماء أن الافضل عندهم تسنيمها وهو مذهب مالك . قوله ﴿أن لا تدع تمثالا الا طمسته﴾ فيه الامر بتغيير صور ذوات الارواح . قوله ﴿عن أبى الهياج﴾ هو بفتح الهاء وتشديد الياء واسمه



الجزء السابع

الطبعة الأولى

١٣٤٧ هجرية — ١٩٢٩ ميلادية



اہم نکتہ:

حضور ﷺ کا جنازہ عام لوگوں کی طرح نہیں تھا، نہ اس میں ہاتھ باندھنے تھے، نہ ہی پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ کو اٹھانا تھا، نہ سلام پھیرنا تھا اور نہ ہی تکبیر کہنا تھا، بلکہ آپ ﷺ کا جنازہ تو خالص درود پر ہی محمول تھا۔

جب آپ ﷺ کا جنازہ صرف درود پر ہی محمول تھا، اور اللہ پاک کا بھی آپ ﷺ پر درود پڑھنا ثابت ہے، جیسا کہ قرآن پاک میں ذکر ہے۔

اور امام غزالیؒ کی کتاب 'اِحیاءعلوم الدین' میں جو روایت ہے اس میں نبی ﷺ کے **جنازہ میں** اللہ تعالیٰ کا صرف اور صرف درود پڑھنا ہی ثابت ہوتا ہے، جیسا کہ تفصیل اوپر گزر چکی۔

تو پھر کس وجہ سے صرف اور صرف مولانا طارق جمیل صاحب پر گستاخی اور کافر ہونے کا الزام لگایا جارہا ہے؟

پھر مولانا نے جو بات کہی ہے، وہ اپنی طرف سے بنا کر قطعاً نہیں کہی، بلکہ امام غزالیؒ کی کتاب سے نقل کی ہے، اور ان کے بعد بھی کئی اسلاف نے اس روایت کو اپنی اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ (ان شاء اللہ)۔

اگر گستاخی اور کفر کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کیسے نبی ﷺ کی جنازہ کی نماز پڑھ سکتا ہے؟ تو جواب دیا جاچکا ہے کہ نبی ﷺ کی جنازہ کی نماز عام لوگوں کی طرح نہیں تھی، آپ ﷺ کی نمازِ جنازہ کو، عام لوگوں کے جنازہ کی نماز پر قیاس کرنا لاعلمی اور جہالت ہے۔

نیز آپ ﷺ کا جنازہ صرف اور صرف درود پڑھنے پر محمول تھا، جس کی تفصیل اوپر گزر چکی اور اللہ تعالیٰ کا حضور ﷺ پر درود تو قرآن کریم سے ثابت ہے۔

لہذا یہ اعتراض مردود ہے۔

اگر کوئی خناس یہ وسوسہ ڈالے کہ جنازہ میں تعالیٰ حضور ﷺ پر کس طرح درود بھیجیں گے؟

تو اس خناس کو جواب دیا جائے گا کہ اللہ پاک نبی ﷺ کے جنازہ میں اسی طرح درود بھیجیں گے، جس طرح اللہ تعالیٰ آپ کی حیات مبارکہ میں آپ ﷺ پر درود بھیجتے تھے، جس کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔

لہذا غیر مقلدین اور بریلوں کا اعتراض تحقیق کے ہر لحاظ سے باطل و مردود ہے۔

نوٹ:

مولانا طارق جمیل صاحب دامت برکـــاتھم نے روایت پڑھنے سے پہلے وضاحت کر دی تھی کہ آپ ﷺ کے جنازہ کی نماز ہمارے جنازہ کی نماز کی طرح نہیں تھی۔

صحابہؓ آپ کی چار پائی کے گرد کھڑے ہوگئے اور آپ ﷺ کے لئے انفرادی دعاء کرتے اور باہر نکل جاتے۔[8] مگر افسوس! ایسے کم علم لوگوں کو علمی باتیں کہاں سمجھ میں آتی ہیں۔

مولانا طارق جمیل صاحب کی اپنی وضاحت:

مولانا طارق جمیل صاحب نے بعد کے بیان میں خود وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ "**صلّٰی**" کے معنی رحمت کے ہیں۔[9]

الجواب نمبر ۲: (الزامی جواب)

ممکن ہے موجودہ دور کے غیر مقلدین اور بریلوی حضرات تحقیقی جواب اپنی کم علمی یا علماء دیوبند اور مولانا طارق جمیل صاحب سے بغض کی وجہ سے تسلیم نہ کریں اور اپنی ضد وہٹ دھرمی پر قائم رہ کر، تعصب کا ثبوت دیں۔

تو ایسے متعصب قسم کے حضرات کے لئے الزامی جواب پیشِ خدمت ہے:

---

[8] مولانا کا بیان یہاں پر موجود ہے:

https://ulamaehaqulamaedeoband.wordpress.com/2017/12/26/ulama-e-deoband-maulana-tariq-jameel-db-par-aiteraaz-kya-allah-ne-huzur-saw-ka-janaaza-pardha-ka-jawaab/

[9] مولانا کا بیان یہاں پر موجود ہے:

https://ulamaehaqulamaedeoband.wordpress.com/2017/12/26/ulama-e-deoband-maulana-tariq-jameel-db-par-aiteraaz-kya-allah-ne-huzur-saw-ka-janaaza-pardha-ka-jawaab/

پہلے یہ بات ذہن میں رکھیں کہ اصول اور قانون سب کیلئے ایک ہوتا ہے، ایک آدمی پر پانچ نمازیں فرض ہیں، تو اتنی ہی نمازیں دوسرے آدمی پر بھی فرض ہوں گی۔

اگر دوسرے آدمی نے چوری کی، تو اس کیلئے بھی وہی سزا ہوگی جو پہلے آدمی کو دی گئی، کیوں کہ اصول اور قانون سب کے لئے ایک ہے۔

اصل بات:

اگر مولانا طارق صاحب کی بیان کردہ بات گستاخی اور کفر ہے، تو درجِ ذیل اسلاف، فقہاء اور محدثین کرام پر کیا فتویٰ لگے گا، جنہوں نے وہی بات کئی سو سال پہلے اپنی کتاب میں بیان کی ہے؟

۱- امام ابو حامد محمد الغزالی (م ۵۰۵ھ)، ان کے الفاظ یہ ہیں:

وروي ابْن مَسْعُود: أَن النَّبِي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسلم قَالَ لأبي بكر «سل يَا أَبَا بكر» فَقَالَ: يَا رَسُول الله دنا الْأَجَل؟ فَقَالَ «قد دنا الْأَجَل وتدلى» فَقَالَ لِيَهنك يَا نَبِي الله مَا عِنْد الله! فليت شعري عَن منقلبنا، فَقَالَ «إِلَى الله وَإِلَى سِدْرَة الْمُنْتَهى،

ثمَّ إِلَى جنَّة المأوى والفردوس الْأَعْلَى والكأس الأوفى والرفيق الْأَعْلَى والحظ والعيش المهنا» فَقَالَ يَا نَبِي الله من يَلِي غسلك؟ قَالَ «رجال من أهل بَيْتِي الْأَدْنَى فالأدنى» قَالَ فَفِيمَ نكفنك؟

فَقَالَ «فِي ثِيَابِي هَذِه وَفِي حلَّة يَمَانِية وَفِي بَيَاض مصر» فَقَالَ كَيفَ الصَّلَاة عَلَيْك منا؟ وبكينا وَبكى ثمَّ قَالَ «مهلا غفر الله لكم وجزاكم عَن نَبِيكُم خيرا، إِذا غسلتموني وكفنتموني فضعوني عَلَى سَرِيرِي فِي بَيْتِي هَذَا عَلَى شفير قَبْرِي،

ثمَّ أخرجُوا عني سَاعَة، فَإِن أول من يُصَلِّي عَلَى الله عز وَجل {هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُم وَمَلَائِكَته} ثمَّ يَأْذَن لِلْمَلَائِكَة فِي الصَّلَاة عَلَى، فَأول من يدْخل عَلَى من خلق الله وَيُصلي عَلَى جِبْرِيل ثمَّ مِيكَائِيل ثمَّ إِسْرَافِيل ثمَّ ملك الْمَوْت مَعَ جنود كَثِيرَة، ثمَّ الْمَلَائِكَة بأجمعها صَلَّى الله عَلَيْهِم أَجْمَعِينَ،

ثمَّ أَنْتُم فادخلوا عَلّي أَفْوَاجًا فصلوا عَلّي أَفْوَاجًا زمرة زمرة وسلموا تَسْلِيمًا، وَلَا تؤذوني بتزكية وَلَا صَيْحَة وَلَا رنة وليبدأ مِنْكُم الإِمَام وَأهل بَيْتِي الْأَدْنَى فالأدنى، ثمَّ زمر النِّسَاء ثمَّ زمر الصّبيان» قَالَ فَمن يدْخلك الْقَبْر؟

قَالَ «زمر من أهل بَيْتِي الْأَدْنَى فالأدنى مَعَ مَلَائِكَة كَثِيرَة لَا ترونهم وهم يرونكم قومُوا فأدوا عني إِلَى من بعدِي»۔ **(إحياء علوم الدين: جلد ۴: صفحہ ۴۷۱)**

اور یہ بات یاد رہے کہ امام غزالیؒ صدوق، امام اور فقیہ ہیں۔

اسکین:

إحياء علوم الدين

تصنيف

الإمام أبي حامد محمد بن محمد الغزالي

المتوفى في سنة ٥٠٥ هـ

وبذيله كتاب

المغني عن حمل الأسفار في الأسفار

في تخريج ما في الإحياء من الأخبار

للعلامة زين الدين أبي الفضل عبد الرحيم بن الحسين العراقي

المتوفى في [illegible]

وتماما للنفع ألحقنا بالكتاب في آخره ثلاثة كتب:

الأول: تعريف الأحياء بفضائل الإحياء، للعلامة عبد القادر بن شيخ بن عبد الله ابن شيخ بن عبد الله العيدروس باعلوي

الثاني: الإملاء عن إشكالات الإحياء، للإمام الغزالي، رد به اعتراضات أوردها بعض المعاصرين له على بعض مواضع من الإحياء.

الثالث: عوارف المعارف، للعارف بالله تعالى الإمام السهروردي

الجزء الرابع

دار المعرفة

بيروت - لبنان

١٤٠٢ هـ - ١٩٨٢ م

بعض الظالمين بعضا بما كانوا يكسبون ﴾ [1]، وروى ابن مسعود رضى الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال لأبي بكر رضى الله عنه « سل يا أبا بكر » فقال يا رسول الله دنا الأجل؟ فقال « قد دنا الأجل وتدلى » فقال ليهنك يانبي الله ما عند الله! فليت شعرى عن منقلبنا، فقال « إلى الله وإلى سدرة المنتهى ثم إلى جنة المأوى والفردوس الأعلى والكأس الأوفى والرفيق الأعلى والحظ والعيش المهنا » فقال يا نبي الله من يلي غسلك؟ قال « رجال من أهل بيتي الأدنى فالأدنى » قال ففيم نكفنك؟ فقال « في ثيابي هذه وفي حلة يمانية وفي بياض مصر » فقال كيف الصلاة عليك منا؟ وبكينا وبكى ثم قال « مهلا غفر الله لكم وجزاكم عن نبيكم خيرا، إذا غسلتموني وكفنتموني فضعوني على سريري في بيتي هذا على شفير قبري، ثم أخرجوا عني ساعة، فإن أول من يصلي علي الله عز وجل ﴿ هو الذي يصلي عليكم وملائكته ﴾ ثم يأذن للملائكة في الصلاة علي، فأول من يدخل علي من خلق الله ويصلي علي جبريل ثم ميكائيل ثم إسرافيل ثم ملك الموت مع جنود كثيرة، ثم الملائكة بأجمعها صلى الله عليهم أجمعين، ثم أنتم فادخلوا علي أفواجا فصلوا علي أفواجا زمرة زمرة وسلموا تسليما، ولا تؤذوني بتزكية ولا صيحة ولا رنة وليبدأ منكم الإمام وأهل بيتي الأدنى فالأدنى، ثم زمر النساء ثم زمر الصبيان » قال فمن يدخلك القبر؟ قال « زمر من أهل بيتي الأدنى فالأدنى مع ملائكة كثيرة لا ترونهم وهم يرونكم قوموا فأدوا عني إلى من بعدي » [2]، وقال عبد الله بن زمعة جاء بلال في أول شهر ربيع الأول فأذن بالصلاة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم « مروا أبابكر يصلي بالناس » فخرجت فلم أر بحضرة الباب إلا عمر في رجال ليس فيهم أبو بكر، فقلت قم يا عمر فصل بالناس، فقام عمر فلما كبر وكان رجلا صيتا سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم صوته بالتكبير فقال « أين أبو بكر؟ يأبى الله ذلك والمسلمون » قالها ثلاث مرات « مروا أبابكر فليصل بالناس » فقالت عائشة رضى الله عنها يارسول الله إن أبابكر رجل رقيق القلب إذا قام في مقامك غلبه البكاء! فقال « إنكن صويحبات يوسف مروا أبابكر فليصل بالناس » قال فصلى أبو بكر بعد الصلاة التي صلى عمر، فكان عمر يقول لعبد الله بن زمعة - بعد ذلك - ويحك ماذا صنعت بي! والله لولا أني ظننت أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أمرك ما فعلت. فيقول عبد الله إني لم أر أحداً أولى بذلك منك! قالت عائشة رضى الله عنها وما قلت ذاك ولا صرفته عن أبي بكر إلا رغبة به عن الدنيا، ولما في الولاية من المخاطرة والهلكة إلا من سلم الله، وخشيت أيضا أن لا يكون الناس يحبون رجلا صلى في مقام النبي صلى الله عليه وسلم وهو حي أبدا إلا أن يشاء الله، فيحسدونه ويبغون عليه ويتشاءمون به فإذن الأمر أمر الله والقضاء قضاؤه، وعصمه الله من كل ما تخوفت عليه من أمر الدنيا والدين [3] وقالت عائشة رضى الله عنها فلما

---

(١) حديث سعيد بن عبد الله عن أبيه قال: لما رأت الأنصار رسول الله صلى الله عليه وسلم يزداد ثقلا أطافوا بالمسجد، فدخل العباس فأعلمه بمكانهم وإشفاقهم فذكر ... الحديث في خروجه متوكئا معصوب الرأس يخط رجليه حتى جلس على أسفل مرقاة من المنبر. فذكر خطبته بطولها هو حديث مرسل ضعيف وفيه نكارة ولم أجد له أصلا وأبوه عبد الله بن ضرار بن الأزور تابعي. روى عن ابن مسعود قال أبو حاتم فيه وفي أبيه سعيد ليس بالقوى. (٢) حديث ابن مسعود: أن النبي صلى الله عليه وسلم قال لأبي بكر « سل يا أبا بكر » فقال. يارسول الله دنا الأجل؟ فقال « قد دنا الأجل ... الحديث » في سؤالهم له: من يلي غسلك وفيم نكفنك؟ وكيفية الصلاة عليه » رواه ابن سعد في الطبقات عن محمد بن عمر وهو الواقدي بإسناد ضعيف الى ابن عوف عن ابن مسعود وهو مرسل ضعيف كما تقدم.

(٣) حديث عبد الله بن زمعة: جاء بلال في أول ربيع الأول فأذن بالصلاة فقال النبي صلى الله عليه وسلم « مروا أبابكر فليصل بالناس » فخرجت فلم أر بحضرة الباب إلا عمر في رجال ليس فيهم أبو بكر ... الحديث » أخرجه أبو داود بإسناد جيد نحوه مختصرا دون قوله « فقالت عائشة إن أبابكر رجل رقيق ... الى آخره » ولم يقل: في أول ربيع الأول، وقال « مروا من يصلي بالناس » وقال « يأبى الله ذلك والمؤمنون » مرتين وفي رواية له فقال « لالالا .. ليصل الناس ابن أبي قحافة » يقول ذلك =

اس بات کو بیان کرنے کے بعد کیا امام غزالیؒ مسلمان باقی رہے؟

غیر مقلدین اور بریلوی حضرات، جواب دیں!

۲- محمد بن حسن بن حمدونؒ (م ۵۶۲ھ) جو کہ شیخ، فاضل، اور ادیب ہیں، **ذیل تاریخ بغداد: جلد ۱۵: صفحہ ۲۰**۔ انہوں نے اپنی کتاب میں حضور ﷺ کی وفات کے عنوان تحت یہی بات کہی ہے، ان کے الفاظ یہ ہیں: **"فإن أول من يصلي علي الرب من فوق عرشه"**۔

(التذكرة الحمدونية: جلد ۹: صفحہ ۱۵۷، ۱۵۳)

اسکین:

التذكرة الحمدونية

تصنيف

ابن حمدون

محمد بن الحسن بن محمد بن علي

تحقيق

إحسان عباس و بكر عباس

المجلد التاسع

دار صادر

بيروت

وفاة رسول الله ﷺ

نوٹ:

یہ بھی یاد رہے کہ مولانا طارق جمیل صاحب نے صرف حضور ﷺ کی فضیلت میں یہ حدیث نقل کی ہے، یعنی آپ ﷺ کے فضائل میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے، نہ کہ مسائل یا عقائد میں۔

۳- لیکن امام ابن قدامہؒ (م۶۲۰ھ) نے عقیدہ کی کتاب میں، عقیدہ کے مسئلہ میں اس حدیث سے استدلال کیا ہے، دلیل پکڑی ہے۔ انہوں نے "ذكر الأخبار الواردة بأن الله تعالىٰ فوق عرشه" کے تحت اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ **(اثبات صفة العلو: ۱۰۲، ۹۰)**

اسکین:

إثبات صفة العلو

الإمام موفق الدين أبي محمد عبد الله بن أحمد بن قدامة المقدسي

(٥٤١ - ٦٢٠ هـ)

«ذكر الأخبار الواردة بأن الله تعالى فوق عرشه»

۴- اسی طرح امام ابن القیمؒ (م ۷۵۱ھ) نے بھی عقیدہ کے مسئلہ میں، اسی حدیث سے دلیل پکڑی ہے۔

انہوں نے باب "اِثبات اِستواء اللہ علی عرشہ بالسنۃ" کے تحت اس روایت سے استدلال کیا ہے۔ **(اجتماع الجیوش الاسلامیۃ ۲: ۱۰۸)**

اسکین:

وضاحت:

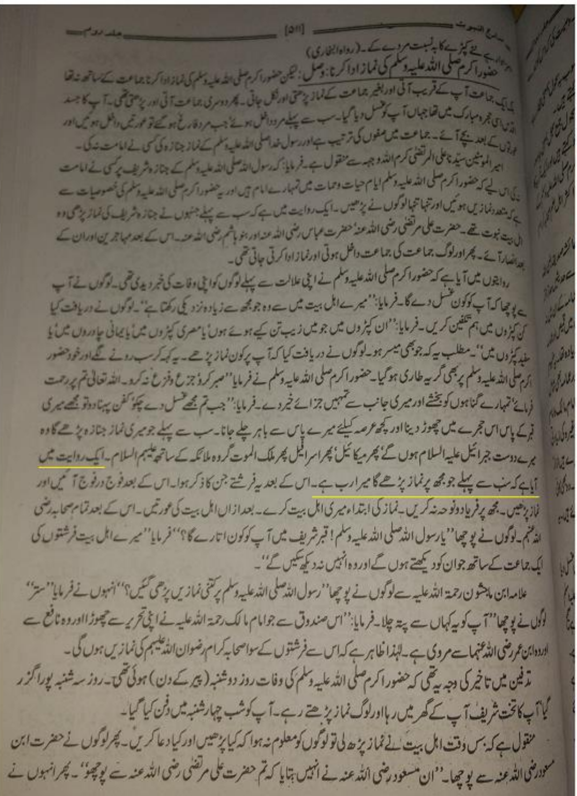
اگر مولانا طارق جمیل صاحب نے اس روایت کو حضور ﷺ کے فضائل میں ذکر کیا، تو غیر مقلدین اور بریلوی حضرات انہیں گستاخ اور کافر کہنے سے بھی پیچھے نہیں ہٹتے۔ تو یہاں پر ابن قدامہؒ **(م ۶۲۰ھ)** اور ابن القیمؒ **(م ۷۵۱ھ)** نے عقیدہ میں اس روایت سے استدلال کیا ہے اور اس سے دلیل پکڑی ہے، تو ان پر کیا فتویٰ ہو گا؟

کیا ان پر وہی فتویٰ لگے گا جو مولانا طارق جمیل صاحب پر، اہل حدیثوں اور بریلویوں نے لگایا ہے؟

۵- محدث عبد الحق دہلویؒ **(م ۱۰۵۲ھ)** نے بھی اس روایت کو اپنی کتاب **'مدارج النبوۃ'** میں نقل کیا ہے، چنانچہ، حضور ﷺ کے جنازہ کی نماز کا ذکر کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں کہ:

ایک روایت میں آیا ہے کہ سب سے پہلے جو مجھ پر نماز پڑھے گا، میرا رب ہے۔ **(مدارج النبوۃ: جلد ۲: صفحہ ۵۱۱)**

اسکین:



مدارج النبوت [۵۱۱] جلد دوم

۔۔۔ نئے کپڑے کا بہ نسبت مردے کے۔ (رواہ البخاری)

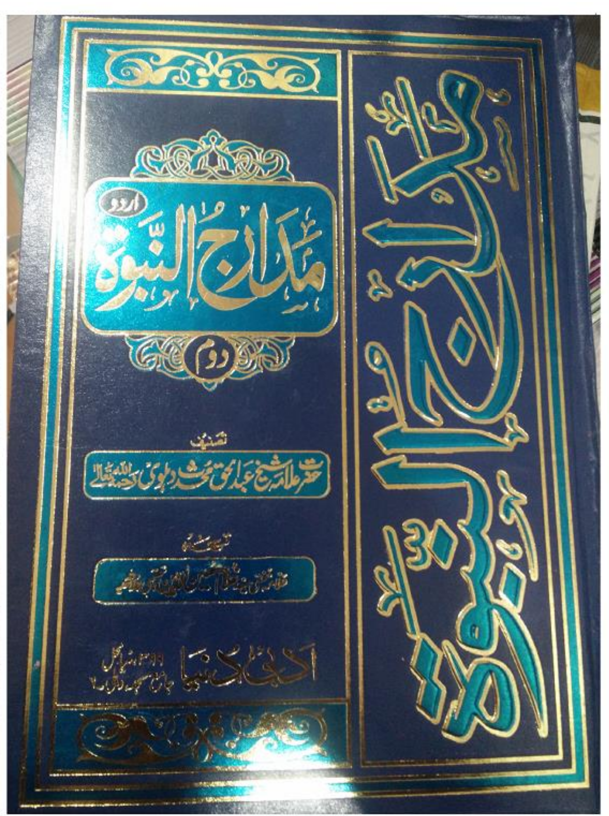
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ادا کرنا: وصل: لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ادا کرنا جماعت کے ساتھ نہ تھا بلکہ ایک جماعت آپ کے قریب آتی اور بغیر جماعت کے نماز پڑھتی اور نکل جاتی۔ پھر دوسری جماعت آتی اور پڑھتی تھی۔ آپ کا جسد اقدس اسی حجرہ مبارک میں تھا جہاں آپ کو غسل دیا گیا۔ سب سے پہلے مرد داخل ہوئے جب مرد فارغ ہو گئے تو عورتیں داخل ہوئیں اور عورتوں کے بعد بچے آئے۔ جماعت میں صفوں کی ترتیب ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز جنازہ کی کسی نے امامت نہ کی۔ امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے۔ فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ شریف پر کسی نے امامت نہ کی اس لیے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایام حیات وممات میں تمہارے امام ہیں اور یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے کہ متعدد نمازیں ہوئیں اور تنہا تنہا لوگوں نے پڑھیں۔ ایک روایت میں ہے کہ سب سے پہلے جنہوں نے جنازہ شریف کی نماز پڑھی وہ اہل بیت نبوت تھے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور بنو ہاشم رضی اللہ عنہ۔ اس کے بعد مہاجرین اور ان کے بعد انصار آئے۔ پھر اور لوگ جماعت کی جماعت داخل ہوتی اور نماز ادا کرتی جاتی تھی۔

روایتوں میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی علالت سے پہلے لوگوں کو اپنی وفات کی خبر دیدی تھی۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ کو کون غسل دے گا۔ فرمایا: "میرے اہل بیت میں سے وہ جو مجھ سے زیادہ نزدیکی رکھتا ہے"۔ لوگوں نے دریافت کیا کن کپڑوں میں ہم تکفین کریں۔ فرمایا: "ان کپڑوں میں جو میں زیب تن کیے ہوئے ہوں یا مصری کپڑوں میں یا یمانی چادروں میں یا سفید کپڑوں میں"۔ مطلب یہ کہ جو بھی میسر ہو۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ پر کون نماز پڑھے۔ یہ کہہ کر سب رونے لگے اور خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی گریہ طاری ہو گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "صبر کرو، جزع وفزع نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحمت فرمائے، تمہارے گناہوں کو بخشے اور میری جانب سے تمہیں جزائے خیر دے۔ فرمایا: "جب تم مجھے غسل دے چکو، کفن پہنا دو تو مجھے میری قبر کے پاس اس حجرے میں چھوڑ دینا اور کچھ عرصہ کیلئے میرے پاس سے باہر چلے جانا۔ سب سے پہلے جو میری نماز جنازہ پڑھے گا وہ میرے دوست جبرائیل علیہ السلام ہوں گے، پھر میکائیل، پھر اسرافیل پھر ملک الموت گروہ ملائکہ کے ساتھ علیہم السلام۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ سب سے پہلے جو مجھ پر نماز پڑھے گا میرا رب ہے۔ اس کے بعد یہ فرشتے جن کا ذکر ہوا۔ اس کے بعد فوج در فوج آئیں اور نماز پڑھیں۔ مجھ پر فریاد و نوحہ نہ کریں۔ نماز کی ابتداء میری اہل بیت کرے۔ بعد ازاں اہل بیت کی عورتیں۔ اس کے بعد تمام صحابہ رضی اللہ عنہم۔ لوگوں نے پوچھا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! قبر شریف میں آپ کو کون اتارے گا؟" فرمایا "میرے اہل بیت فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ جو ان کو دیکھتے ہوں گے اور وہ انہیں نہ دیکھ سکیں گے"۔

علامہ ابن ماجشون رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کتنی نمازیں پڑھی گئیں؟" انہوں نے فرمایا "ستر" لوگوں نے پوچھا "آپ کو یہ کہاں سے پتہ چلا۔ فرمایا: "اس صندوق سے جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تحریر سے چھوڑا اور وہ نافع سے اور وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ لہٰذا ظاہر ہے کہ اس سے فرشتوں کے سوا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی نمازیں ہوں گی۔

تدفین میں تاخیر کی وجہ یہ تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات روز دوشنبہ (پیر کے دن) ہوئی تھی۔ روز سہ شنبہ پورا گزر گیا آپ کا تخت شریف آپ کے گھر میں رہا اور لوگ نماز پڑھتے رہے۔ آپ کو شب چہار شنبہ میں دفن کیا گیا۔

منقول ہے کہ جس وقت اہل بیت نے نماز پڑھ لی تو لوگوں کو معلوم نہ ہوا کہ کیا پڑھیں اور کیا دعا کریں۔ پھر لوگوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ "ان مسعود رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا کہ تم حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھو"۔ پھر انہوں نے



بریلوی حضرات سے سوال:

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی **'مدارج النبوۃ'** کا اردو ترجمہ بریلوی مفتی، علامہ غلام معین الدین چشتی صاحب نے کیا ہے اور اس روایت پر کوئی نکیر نہیں کی، پھر بریلوی حضرات ہی کے مکتبہ ادبی دنیا، دہلی نے اس کو شائع کیا ہے۔

لہذا بریلوی حضرات واضح کریں کہ ان پر کیا فتویٰ ہو گا؟

نیز بریلوی مولوی مولانا غلام نبی نقشبندی صاحب **"ہمارے نبی کریم ﷺ کی نمازِ جنازہ"** کے عنوان کے تحت ایک پمفلٹ میں لکھتے ہیں کہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **مجھ پر جو سب سے پہلے نماز (درود) پڑھے گا، وہ میرا رب ہے۔**

بریلوی حضرات کو شرم وحیاء آنی چاہیے، کہ جب اپنی مرضی ہوتی ہے تو **"صلی"** کے معنی درود بھی کرتے ہیں اور وہی حدیث بیان کرتے ہیں، جو مولانا طارق جمیل صاحب بیان نے کی، لیکن دوسری طرف وہی بات اگر مولانا طارق جمیل صاحب بیان کر دیں، تو گستاخی اور کفر کا فتویٰ بھی لگاتے ہیں۔ یہ دوغلی پالیسی آخر کیوں؟

دیکھئے، بریلوی مولوی کے رسالہ کا اسکین :



آخری بات:

خلاصہ یہ کہ جب اصول ضابطہ سب کیلئے ایک ہیں، اور مولانا طارق جمیل صاحب نے جو بات کہی ہے، اگر وہ غیر مقلدین اور بریلوی حضرات کے نزدیک گستاخی ہے:

تو غیر مقلدین اور بریلوی سے گزارش ہے کہ وہ مہربانی فرما کر یہ بتائیں کہ:

امام غزالیؒ (م **۵۰۵ھ**)

امام ابن حمدونؒ (م **۵۶۲ھ**)۔

امام ابن قدامۃؒ (م **۶۲۰ھ**)۔

امام ابن القیمؒ (م **۷۵۱ھ**) اور

محدث شیخ عبد الحق دہلویؒ (م **۱۰۵۲ھ**) وغیرہ

مسلمان اور مومن باقی ہیں؟ کیونکہ ان حضرات نے بھی مولانا طارق جمیل صاحب کی طرح وہی روایت بیان کی ہے۔

یز، بریلوی حضرات سے یہ بھی گزارش ہے کہ وہ وضاحت کریں، کہ ان کے مولوی غلام نبی نقشبندی قادری صاحب بھی مسلمان بچے ہیں یا نہیں؟